شعبۂ تعمیر و ترقی
دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

★ ۲۷ رجب ۱۳۸۹ھ ★ مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۹

تعمیرِ حیات

★ چندہ سالانہ آٹھ روپیہ ★ قیمت فی پرچہ ۳۵ پیسے

اڈیٹر = سید محمد الحسنی
معاون = سعید الاعظمی ندوی

Regd No. L 1951
FORTNIGHTLY
TAMEER-E-HAYAT
Darululoom Nadwatululama, Lucknow (India)

مکتبہ دار العلوم کی دوسری مطبوعات

مسئلۂ ختم نبوت — علم و عقل کی روشنی میں

تالیف: مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء

[illegible]

قیمت: ۲ روپیے ۲۵ نئے پیسے

منثورات

[illegible]

قیمت [illegible]

جزیرۃ العرب

[illegible]

تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی

[illegible]

دہلی اور اس کے اطراف

[illegible]

معلم الانشاء

[illegible]

الادب العربی

بین عرض و نقد

[illegible]

Cover Printed at NADWA Press, Lucknow

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

سالانہ چندہ آٹھ روپے
ششماہی چار روپے
فی کاپی ۳۵ پیسے

۲۷ رجب ۱۳۸۹ھ
مطابق
۱۰ اکتوبر ۱۹۶۹ء

شمارہ ۲۳ | شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ | جلد ۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمد آباد

از — سید محمد الحسنی

گجرات میں قیامت گزر گئی وہ اب بڑودہ اور احمد آباد یا دہلی اور لکھنؤ ہی میں نہیں — مراکش سے نیویارک تک ہر جگہ طشت از بام ہے، اور اس میں بہت کچھ دخل ہماری بے تدبیری، تنگ دلی اور شاید بے توفیقی کا بھی ہے، لیکن تازہ قیامت وہ بیان ہے جو مسلمانوں کے دیرینہ کرم فرما جے پرکاش نرائن صاحب نے دیا ہے اور جس میں انھوں نے مظلوم مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی کی ہے اور سارا الزام ان ہی کے سر تھوپ دیا ہے، اس سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ انھوں نے مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی پر بقول ان کے مسلمانوں کے بڑے بڑے جلسوں پر بھی نکتہ چینی کی ہے۔ لیکن ان کا یہ انداز بیان اب زیادہ نیا نہیں، اس سے پہلے اس قسم کی کرم فرمائیاں وہ کر چکے ہیں۔ مشکل صرف یہ آپڑی ہے کہ ان کا شمار اب بھی ان چند النوروں اور انصاف پسند رہنماؤں میں ہے جن میں ایک نام نامی اچاریہ ونوبھا بھاوے کا ہے۔

گجرات میں ہمیشہ امن رہا وہاں وہ فضا کبھی نہ تھی جو ہندوستان کے بعض اور حصوں میں نظر آتی تھی۔ مسلمان یہاں اچھی حالت میں تھے اور صنعت و کاروبار میں ہم وطنوں کے ساتھ شریک کار، دیکھتے دیکھتے یہ امن پسند صوبہ آگ و خون کی لپیٹ میں آگیا اور وہاں وحشت و بربریت اور انسانی پستی کے ایسے مناظر دیکھے گئے جن کی تاب سماعت لانا بھی بڑے دل گردہ کا کام ہے۔ گجرات نے ایک بار پھر ہندوستان کے سوتے ہوئے مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے ایک بار پھر یہ حقیقت ان کے سامنے ابھر کر سامنے آرہی ہے کہ

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

گرد و غبار کی آندھیاں ایک بار ان کے لئے پھر ختم ہو گئی ہیں اور شاہراہ ان کی آنکھوں کے سامنے ہے۔

وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ

یہ ہے میری راہ مستقیم اس کی پیروی کرو، اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ اس راستے سے بھٹک جاؤ گے۔

یہ راستہ ہے ایمان و یقین کا، خدا شناسی اور خود اعتمادی کا، اپنی مدد آپ کرنے کا، سچائی اور حق پرستی کا، [illegible] اور اخوت کا، جدوجہد اور محنت کا۔ آج مسلمان متحد نہ ہوئے دینی ملت اور اپنے ملک کی کوئی ذمہ داری انھوں نے محسوس نہ کی تو شاید اس سے بڑا فساد بھی ان کو بیدار نہ کر سکے۔

نہ صرف ملت اسلامی ہند بلکہ [illegible] اخلاقی دیوالیہ پن اور سیاسی انار کی ایک خطرناک حد پر پہنچ چکا ہے اور اسکی رفتار تیز سے تیز ہوتی جارہی ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے فرض منصبی کا احساس کریں، اپنے کو بچائیں اور اس گرتی ہوئی انسانیت کو سنبھالنے کیلئے آگے بڑھیں جس کے لئے سارے نسخے ناکام ہو چکے ہیں۔ اور جس کا مظہر یا مثیر خود گجرات کا فساد ہے، یہیں پرسی تک گاندھی جی کا کلمہ پڑھنے، عدم تشدد کی تلقین کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ خود گاندھی جی کے صوبہ گجرات کے صد سالہ یہ سب سے بڑا فساد ہوا اور ان کی کتنیا سابرمتی آشرم اس سے نہ بچی یہ اس ملک کے باشندوں کے سامنے سب سے بڑا سوال ہے جسے سب کو مل جل کر حل کرنا ہے، دوسرا فوری مسئلہ مظلومین کی امداد کا ہے اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس معاملہ میں کوتاہی اور سستی سے کام نہ لیں اور پوری فیاضی اور حوصلہ کے ساتھ ان لوگوں کی اعانت کے لئے آگے بڑھیں جو اس وقت نان شبینہ کے محتاج ہیں۔

فہرست مضامین

- اداریہ
- چاند کی تسخیر اور سائنس کی ترقیات
- قرآنی ڈائری کے چند اوراق
- کتاب و سنت کے علوم اور زمانہ حال کے امراء
- اقوام عالم کے لئے ہولناک خطرہ
- ایک مکتوب طلبائے ندوۃ العلماء کے نام
- فضائل شعبان
- فقہی مسائل
- ندوۃ العلماء ایک تأثر
- دارالعلوم دیوبند کے بجٹ میں طلبہ کا حصہ
- کوائف دارالعلوم

مظلومین گجرات کیلئے ایک اہم اپیل!

احمد آباد، بڑودہ اور گجرات کے بہت سے شہروں کے ہزاروں بے گناہ مسلمان بے گھر ہو چکے ہیں۔ اور سخت [illegible] سے دوچار ہیں۔ تقریباً ایک ہفتہ تک اس علاقہ میں مسلم کشی اور سفاکی کا جو مظاہرہ ہوا اس کے لئے حیوانیت کے الفاظ ناکافی ہیں۔ احمد آباد کے شرمناک فسادات نے باہمی اعتماد اور انسانی اعتبار کے اس وقار کو بھی ختم کر دیا ہے۔ جو راوڑکیلا اور جمشید پور وغیرہ میں پہلے ہی مجروح ہو چکا تھا۔

آج یہ ہزاروں انسان جو ایک طبقہ کے جنون، پست سیاست اور انتظامیہ کی نااہلی اور چشم پوشی کا شکار اور ساتھ ہی مورد الزام بھی ٹھہرائے جا رہے ہیں ہر قسم کی اعانت کے محتاج ہیں، موسم سرما کے آغاز سے ان کی دشواریوں میں اور اضافہ ہوتا جائے گا۔

پورے ہندوستان کے مسلمانوں کا دینی اخلاقی اور انسانی فرض ہے کہ وہ اس موقع پر غیرت ملی کا ثبوت دیں کم از کم ان مصیبتوں اور تکلیفوں کو دور کرنے کی کوشش کریں جن کا تعلق دینی جذبہ، احساس فرض شعور سے ہے۔

ہمیں امید ہے کہ مسلمان اس آواز پر لبیک کہیں گے اور پوری فیاضی اور جذبہ کے ساتھ اس [illegible] گے۔

[illegible] کرم رقوم یہاں نہ بھیجی جائیں، بلکہ براہ راست ایسے مراکز و افراد کو بھیجی جائیں جو ذمہ داری کو پورا کر سکیں۔

سید ابوالحسن علی ندوی • محمد منظور نعمانی

گذشتہ سے پیوستہ

چاند کی تسخیر اور سائنس کی ترقیات

ایک مسلمان کی نظر میں

از: مولانا تقی الدین ندوی مظاہری

بعض راویوں نے جلد بازی سے کام لیتے ہوئے یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ دجال کا ظہور ہو چکا ہے مگر یہ فیصلہ صحیح نہیں ہے البتہ یورپ و امریکہ کو قدرتی قویٰ پر جو غیر معمولی قدرت حاصل ہوئی ہے اسی اس سائنس کی ترقیات کو ان ممالک کے باشندے "دجالی اغراض" کے لئے استعمال کر رہے ہیں، کفر و الحاد مغربی تہذیب کا ایسا چھاپ ہے جسے ہر عالم و جاہل جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہے پہچان سکتا ہے لیکن ابھی دنیا سائنس و صنعت کے میدان میں اور قویٰ ایمن قدرت پر غیر معمولی قدرت حاصل کرنے میں دجال کی قوت و طاقت سے بہت پیچھے ہے، اس لئے خروج دجال کا دعویٰ قبل از وقت ہے البتہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مغرب کا جدید تمدن خروج دجال کی زمین تیار کر رہا ہے۔ صحیح مسلم وغیرہ کتب احادیث میں فتن و علامات قیامت کے سلسلے میں متعدد ایسی حدیثیں موجود ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے صاف و صریح الفاظ میں اپنی امت کو اطلاع دی ہے کہ آخری زمانہ میں دجال کے ظہور اور نزول مسیح علیہ السلام سے پہلے ملک شام میں مسلمانوں اور رومیوں (اہل یورپ) کے درمیان عظیم الشان خونی معرکے پیش آئیں گے، جیسا کہ ماضی میں صلیبی جنگوں نے اس قسم کے سیکڑوں خونی معرکے پیش ۔۔۔ کئے ہیں۔ مگر موجودہ یہود و عرب جنگ نے یہ واضح کر دیا کہ آئندہ آنے خونی واقعات کے پیش خیمہ و تقریب میں آنحضرت ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے اسلامی فوج دجال کے لشکر کو قتل و غارت کرنے میں مشغول ہو جائیں گے یہودی شکست کھا کر چٹانوں اور درختوں کے پیچھے چھپیں گے تو وہاں بھی ان کو پناہ نہ ملے گی، اور ان میں سے آواز آئے گی کہ،

"اے مسلمان دیکھو! یہ یہودی چھپا ہوا ہے"۔[1]

آج سے پچاس سال پہلے جو اس کو پڑھتا تو اس کے دل میں یہ وسوسہ آ سکتا تھا کہ یہودیوں کی نہ حکومت ہے اور نہ اس کے پاس قوت اور نہ مسلمانوں کے درمیان ان کی بڑی آبادی، آخر کیوں کر یہ لڑائی پیش آئے گی، مگر موجودہ عرب اسرائیل جنگ نے جو صورت حال پیدا کر دی ہے، اس نے مخبر صادق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی کو صادق کر دیا۔ آئندہ آنے والے واقعات و حوادثات کی پیشینگوئیوں کے بارے میں یہ ناچیز مستقل کتاب اردو ترجمہ و تشریح کے ساتھ لکھ رہا ہے اس میں پوری طرح تفصیل کر دی جائے گی۔

سائنس کی ترقیات اور اسلام

سائنس کی موجودہ ترقیاں اسلام کے خلاف نہیں

[1] مسلم کتاب الفتن۔

بشرطیکہ ان کا استعمال صحیح ہو، اب تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اسلام سائنس کے خلاف ہے البتہ اسلام یہ کہتا ہے کہ اس بات کا یقین کیا جائے کہ ما فوق الفطرت ایک زبردست طاقت ہے، جس کے قبضہ قدرت میں اس پوری کائنات کا نظام ہے، چاند ہی کو لیجئے وہ فضا میں بغیر ستون کے قائم ہے، غور کرنے کی بات ہے کہ وہ کون سی ہستی ہے جس نے اس کے قیام کا نظام بنایا ہے اور انسان کو وہ عقل و ذرائع عطا فرمائے کہ جس سے چاند پہنچنا آسان ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کو جو معجزات و نشانیاں دی گئیں وہ اسباب و ذرائع سے بے نیاز تھیں، سمندر کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے سے پھٹ جانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی کے اشارے سے چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چشم زدن میں مسجد حرام سے لیکر مسجد اقصیٰ ۔۔۔ و سدرۃ المنتہیٰ تک کی سیر کر لینا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مادر زاد اندھوں و کوڑھیوں کو چنگا کر دینا بلکہ خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دینا، پیغمبروں کی زندگی میں اس طرح کے معجزات بے شمار ہیں مگر انہوں نے اس کو محض اللہ کا فضل اور اس کا انعام سمجھا۔

اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام پر اپنے احسانات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ ولسلیمان الریح غدوها شهر ورواحها شهر فسخرنا له الريح تجري بامره رخاء حيث اصاب (انبیاء)

ترجمہ: اور سلیمان کے لئے ہوا کو مسخر کیا، صبح کی منزل اس کی ایک مہینہ کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینہ کی پھر ہم نے ہوا کو ان کے تابع کی، ان کے حکم سے چلتی نرم نرم جہاں پہنچنا چاہتے (انبیاء)

انبیاء علیہم السلام کے قلوب ان نعمتوں کے شکر سے جو انہیں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے عطا کی گئی تھیں، معمور ہو جاتے ہیں، ان نعمتوں کو پا کر حضرت سلیمان علیہ السلام یہ فرمایا کرتے تھے۔

ذلك من فضل ربي ليبلوني ءاشكر ام اكفر ومن شكر فانما يشكر لنفسه ومن كفر فان الله غني كريم۔

ترجمہ: یہ میرے رب کا احسان ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں، جو کوئی شکر کرے گا تو اپنے واسطے اور اگر ناشکری کی تو میرا رب تو بے نیاز و کریم ہے۔

اسلام کی نظر میں سائنس کی ایجادات و اکتشافات کا صحیح مقصد یہ ہے کہ انسان کو اپنی زندگی کے فطری سفر میں جو دشواریاں اور رکاوٹیں پیش آتی ہیں، ان پر قابو حاصل کیا جائے اور انہیں زمین میں فتنہ و فساد و سرکشی کے لئے نہیں بلکہ قدرت کی ان قوتوں و دولتوں سے فائدہ اٹھایا جائے جو اس عالم میں بکھری ہوئی ہیں۔ مثال کے طور پر قدیم زمانہ میں انسان پیدل چلتا تھا، پھر یہ بات اس کے سمجھ میں آئی کہ وہ جانوروں سے فائدہ اٹھائے، اس نے بیل گاڑیوں سے کام لینا شروع کیا، پھر اس نے سفر میں اور سرعت پیدا کرنی چاہی تو تیز رفتار گھوڑوں پر سفر شروع کیا جس سے دن کی مسافت گھنٹوں

میں طے کرنے لگا۔

انسان کی فطرت میں قناعت و سکون نہیں، زندگی کی ضروریات بڑھتی رہیں، چنانچہ انسان نے ترقی کر کے وہ سواریاں ایجاد کیں جو پہلے کے مقابلہ میں تیز ہیں بحری سفر کے لئے پانی کے جہاز بری سفر کے لئے ریل گاڑی اور ہوائی جہاز اور راکٹ ایجاد کئے، یہ باتیں پہلے زمانہ کے انسانوں کے خواب و خیال میں بھی نہیں جبکہ ان کو خدائی نعمت سمجھا جائے، اور صحیح مقصد کے لئے استعمال کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے سفر کی اس راحت و سہولت و سرعت کو بطور انعام ذکر فرمایا ہے۔

ولقد كرمنا بني آدم وحملناهم في البر والبحر ورزقناهم من الطيبات وفضلناهم على كثير ممن خلقنا تفضيلا (بنی اسرائیل)

ترجمہ: اور البتہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی، اور خشکی و تری دونوں کی قوتیں اس کے تابع کر دیں کہ اسے اٹھائے پھرتی ہیں اور اچھی چیزیں اس کی روزی کے لئے مہیا کر دیں، نیز جو مخلوقات ہم نے پیدا کی ہیں، ان میں سے اکثر پر اسے برتری دی پوری برتری۔

اسلام تعلیم دیتا ہے کہ ان سواریوں کو استعمال کرو، اور ان پر بیٹھ کر اپنے مالک کا شکریہ ادا کرو جس نے تمہارے قابو میں انہیں دیا۔

سبحان الذي سخر لنا هذا وما كنا له مقرنين وانا الى ربنا لمنقلبون (الزخرف ع)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اسکو ہمارے بس میں کر دیا، اور ہم اسکو قابو میں نہ لا سکتے تھے، اور ہم کو اپنے رب کی طرف پھر کر جانا ہے۔

اسلام کہتا ہے کہ ان نعمتوں اور سہولتوں سے فائدہ اٹھانے میں ایک مومن اور غیر مومن میں بڑا فرق ہے۔ مومن کو اس کی ہدایت ہے اور اس سے یہ توقع کی گئی ہے، کہ وہ ان نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے وقت اس بات کا خصوصی طور پر دھیان رکھے کہ یہ مومن اللہ تعالیٰ کا انعام اور اس کی بخشش، ان تمام قوتوں اور طاقتوں کے باوجود اس کائنات کے اصلی خالق و مالک کے سامنے حاضر ہونا اور ایک دن حساب دینا ہے کہ ان نعمتوں کو کہاں استعمال کیا اور کہاں فائدہ اٹھایا، اور ان کا کیا حق ادا کیا۔

خدا شناس و خدا ترس انسان خدا کی بخشی ہوئی طاقت و انعام کو مجرموں کی مدد اور شر و فساد کا ذریعہ نہیں بناتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ رب بما انعمت علي فلن اكون ظهيرا للمجرمين۔ اے رب جیسا تو نے مجھ پر فضل کیا، پھر میں کبھی مجرموں کا مددگار نہ بنوں گا۔

اسلام خدا کا خوف اور اس کی پہچان عطا کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ انسان ان دولتوں کا محض امین ہے، اس کا صحیح استعمال دنیا کے لئے باعث خیر و برکت ہے انسان کو اپنی طاقت کے نشہ میں متوالا، اپنے تصرفات و اختیارات کو دیکھ کر بے خود و مدہوش نہ ہونا چاہئے۔ انسان میں کبر و غرور و فخر و استکبار کے بجائے شان عجز و بندگی پیدا کرنی چاہئے۔ قرآن کہتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے عین جاہ و جلال میں فرمایا۔

رب قد آتيتني من الملك وعلمتني من تاويل الاحاديث فاطر السموات والارض انت ولي في الدنيا والآخرة توفني مسلما والحقني بالصالحين (سورہ یوسف ع)

ترجمہ: پروردگار تو نے مجھے حکومت عطا فرمائی، اور باتوں کا مطلب اور نتیجہ نکالنا تعلیم فرمایا، اے آسمان و زمین کے بنانے والے تو ہی میرا کارساز ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ایسا کیجیو کہ دنیا سے جاؤں تو تیری فرمانبرداری کی حالت میں جاؤں اور ان لوگوں میں داخل ہو جاؤں جو تیرے نیک بندے ہیں۔

اس کے برخلاف جو لوگ دین کی دولت سے محروم اور خدا کو بھولے ہوئے ہیں ان کو اپنی طاقت اور دولت پر ناز تھا، وہ اپنے سے بلند و بالا کسی ہستی کو نہیں سمجھتے تھے۔

فاما عاد فاستكبروا في الارض بغير الحق وقالوا من اشد منا قوة اولم يروا ان الله الذي خلقهم هو اشد منهم قوة وكانوا باياتنا يجحدون (حم سجدہ ع)

ترجمہ: سو قوم عاد کا قصہ یہ ہے کہ انھوں نے ملک میں ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے کون ہے ہم سے زیادہ طاقت میں، کیا دیکھتے نہیں کہ اللہ جس نے ان کو بنایا وہ ان سے زیادہ ہے طاقت میں، اور وہ ہماری آیتوں کے منکر تھے۔

قرآن مجید نے دونوں طرح کے انسانوں کے واقعات و مناظر پیش کئے ہیں اور ان کے نتائج کو بیان کیا ہے، قارون کو اپنی دولت پر ناز و غرور تھا اس نے کہا کہ، قال انما اوتيته على علم عندي۔ (سورہ قصص) قارون نے کہا یہ تو مجھے اپنے خاص علم کی بنا پر ملا ہے، فرعون کو اپنی حکومت و اقتدار پر غرور و گھمنڈ تھا، نتیجہ یہ ہے کہ دونوں مع اپنے ساتھیوں کے ہلاکت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

بہرحال اگر انسان نے چاند پر قدم رکھ دیا اور سائنس کے میدان میں محیر العقول ترقیاں حاصل کیں، اور کرتا چلا جا رہا ہے، ان ترقیات کی اسلام اجازت ہی نہیں دیتا بلکہ ان کی مزید حوصلہ افزائی کرتا ہے جبکہ ان کا مقصد صحیح ہو اور اپنے مالک کا عطیہ و انعام سمجھا جائے۔ (باقی)

قرآنی ڈائری

استغفار اللہ کا ایک وعدہ کی وجہ سے تھا مگر جب یہ ظاہر ہو گیا کہ آزر اللہ کا دشمن ہے تب فوراً وہ ان سے الگ ہو گئے اور ان ابراهيم لاواه حليم کے مستحق ٹھہرے، در اصل حنیفیت کے یہی معنی ہیں کہ سب ناطے رشتے توڑ کر سب سے منہ موڑ کر بس ایک کا ہو رہا جائے۔

دل آرائے کہ داری دل درو بند
دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

موحد ہونے کا مفہوم یہی ہے کہ اس یکتائے دو عالم کے عشق میں اصنام خیالی سے بھی جلوہ گاہ تخیل خالی ہو تو اصنام مثالی سے دامن نگاہ عاری، آستانوں کی کمی نہیں جبیں وہی ہے جو نقش غیر سے سادہ ہو معبودان باطل ہر دور میں خدائی کے دعوے دار رہے ہیں توحید یہی ہے کہ بندہ دو عالم سے خفا ہو جائے۔

ہمہ شہر پر ز خوباں منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم بد بیں نکند بکس نگاہے

(باقی آئندہ)

خط و کتابت کے وقت اپنا مکمل پتہ صاف صاف و خوشخط تحریر فرمائیے

قرآن کی ڈائری کا ایک ورق

از ـ شمس تبریز خاں قاسمی

جہاد زندگی ہے۔ جہاد پر مسلمانوں کو اس طرح ابھارا گیا ہے۔

"مسلمانو! اللہ و رسول کی دعوت پر لبیک کہو جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی دیتی ہے۔" (انفال) زندگی تو خود ہی جہاد ہے ؏

فطرت لہو ترنگ ہے غافل نہ جل ترنگ

مگر مسلمانوں کی زندگی میں جہاد بھی ہے جس کا جوش ان کی مردہ رگوں میں سرد پڑ گیا ہے، اور جو شاید منسوخ الحکم والتلاوۃ ہو گیا ہے ـ

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر
تیغ و تفنگ دستِ مسلماں میں ہے کہاں
ہو بھی تو دل ہیں موت کی لذت سے بے خبر
کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
کہتا ہے کون اسے کہ مسلماں کی موت مر
باطل کی فال و فر کی حفاظت کے واسطے
یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ یورپ سے درگزر

تاریخ ملت گواہ ہے کہ اعلاء کلمۃ الحق کی اسپرٹ جب سے ختم ہوئی مسلمانوں کا زوال بھی شروع ہو گیا ـ

موجیم کہ آسودگی ما عدم ماست
ما زندہ بر آنیم کہ آرام نگیریم

جنت یا رضائے الٰہی سورۂ توبہ کی آیت زیر تلاوت ہوئی کہ

"اللہ نے مومنین و مومنات سے اس جنت کا وعدہ کیا ہے کہ جس میں نہریں بہتی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور جنت عدن میں بھی پاکیزہ گھر ہوں گے۔ اس کے ساتھ ہی اللہ کی ذرا سی رضامندی اور خوشنودی بہت بڑی چیز ہے، یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔"

میں نے رضوانٌ کا ترجمہ (ذرا سی رضامندی) کیا ہے، اہل بلاغت کہتے ہیں کہ تنوین تقلیل کیلئے بھی آتی ہے اور یہاں آیت اسی نکتۂ بلاغت پر مشتمل ہے۔ اس نکتہ سے قطع نظر کہنا یہ ہے کہ اصل تو یہی رضوان ہے۔ اہل نظر کہتے ہیں کہ ہمیں جنت بھی اسی لئے پسند ہے کہ وہ محل رضائے الٰہی ہے۔ ان کے رضوان کا ایک جمیل مظہر اور حسین منظر ہے اور طاعت و عبادت سے مقصود اور مومن کی زندگی کا محور یہی حصول رضائے الٰہی ہونا چاہئیے اور ہوتا بھی ہے ـ

طاعت میں تا رہے نہ مے و انگبیں کی لاگ
دوزخ میں ڈال دے کوئی لیکر بہشت کو

ان کی رضائے خاص کے بدلے فردوس مکانی، اور جنت آشیانی کس کام کی؟ اور دنیا و آخرت کے مصرف کے؟

دونوں جہان دیکے وہ سمجھے یہ خوش رہا
یاں شرم آپڑی ہے کہ تکرار کیا کریں

حضرت رابعہ بصریہ کا واقعہ نہ جانے کہاں تک حقیقت ہے مگر وہ نظری و اعتقادی لحاظ سے مسلک صوفیا کی ترجمانی کرتا ہے۔ قرآن کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ جنت مظہر رضوان ہے۔ اور محل خوشنودی۔

سورۂ مائدہ میں ہے "آج کے دن سچوں کی سچائی ان کے کام آئے گی، ان کے لئے نہروں والی جنتیں ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے ـــ یہ بڑی کامیابی ہے"

توبہ میں ہے۔ "والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنت تجري من تحتها الانهر خلدين فيها ابدا ذلك الفوز العظيم"

سورہ مجادلہ، بینہ، آل عمران، الحدید کے علاوہ بہت سی سورتوں میں بھی یہ بات مختلف انداز سے دہرائی گئی ہے۔ دو اور باتوں کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے۔ جنت کی صفت میں قرآن میں اکثر آتا ہے "تجری من تحتها الانهار" کہ اس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وہ نہریں زمین دوز ہوں گی ــ مگر اکثریت جمہور اس طرف ہے کہ وہ باغات جنت میں زمین کے اوپر ہی ہوں گی اور اتنی کہ جمی ہوئی برف کی سِل کی طرح معلوم ہوں گی اور دیکھنے میں شیش محل لگیں گی، اور اس نفاست کے خیال سے ہوگا کہ کنارہ اور ساحل دنیا میں زمین ہوتی ہے جو یک گونہ تکدر اور میلاپن لئے ہوتی ہے۔ تو جنت کے نیچے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جنتی سرو وسمن کے شاخ و برگ کے نیچے بہہ رہی ہوں گی۔

انبیاء اور نماز حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذکر میں ہے اور وصف خصوصی کے طور پر کہ "وکان یامر اھلہ بالصلوۃ والزکوۃ" (وہ اپنے گھر والوں کو زکوٰۃ اور نماز کی تلقین کرتے تھے) آیت پڑھتے تھے اور گزر جاتے تھے لیکن جب اپنے ماحول اور اپنے طرز عمل سے آیت کو مطابق کرنا چاہا تو بڑی دوری نظر آئی ــ اور معلوم ہوا کہ قرآن حضرت ذبیح کا یہ وصف یاد دہانی کے لئے بیان کر دیا گیا ہے اور "حدیث دیگراں" کے انداز میں کہ وہ نبی ہو کر گھر والوں کو نماز و زکوٰۃ کا حکم کرتے تھے، اور ہم چند کتابیں پڑھ کر ــ اور پندار تقویٰ میں مبتلا ہو کر یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ ان چھوٹی باتوں کے لئے تو چھوٹے مولوی اور ملائے مکتب ہی کافی ہیں ہم تو گھر اور باہر کے لوگوں کو عظیم الشان امور کی تعلیم اور قیادت و امامت کے فرائض انجام دیتے آئے ہیں، ہم سے تو منبر و محراب اور اسٹیج اور پنڈالوں کی زینت ہے اپنا وقت ان چھوٹی باتوں میں کیوں ضائع کریں، قرآن نے اسی ذہنیت کا رد کیا، اور اس چور اور دکھتی رگ کو پکڑا۔

سنت ابراہیمی بیان چلا آ رہا ہے کہ اللہ نے مسلمانوں سے جنت کے بدلے ان کے جان و مال خرید لئے ہیں پھر اسی کے ضمن میں آیا ہے کہ نبی اور مسلمانوں کو مشرکین سے محبت تو کجا ان کے لئے استغفار بھی نہ کرنا چاہیے اور اس راہ میں رشتہ اور قرابت کوئی چیز نہیں۔ پھر دفع دخل مقدر کے طور پر اسوۂ ابراہیمی کا بیان ہوا کہ ان کا

(باقی صـ پر)

(آخری قسط)

کتاب وسنت کے علوم اور زمانۂ حال کے امراض

از ـ مولانا عبدالرؤف خاں ناظم مدرسہ سراج العلوم جھنڈا نگر

ایک سوال

احساس کمتری کا شکار ہونے والوں سے

عربی زبان کے ماہرین اور عربی علوم و فنون کے اساتذہ اگر دینوی امور میں حصہ لینا چاہیں یا حکومت ان کو عہدہ دینا چاہے تو کیا نہیں کر سکتے؟ جج بنکر عدالتوں میں فیصلے یہ کر سکتے ہیں منصفی کے عہدوں پر یہ جا سکتے ہیں، محکمہ مال میں تحصیلدار ہو سکتے ہیں اور محکمہ نظامت میں وزیر خارجہ بن سکتے ہیں، محکمہ پولیس و فوجداری میں تھانیدار سپرنٹنڈنٹ پولیس کپتان، ڈی آئی جی کا کام یہ کر سکتے ہیں، محکمہ ریلوے میں ٹیلیگرافر، ٹرانک منیجر، مال بابو، اسٹیشن ماسٹر وغیرہ کے فرائض یہ انجام دے سکتے ہیں مگر اس کو کیا کیجئے کہ اسلامی سلطنت پر زوال آ گیا، اور انگریزی حکومت کا دور دورہ آیا، اس نے اپنی زبان میں ملکی قوانین کو رکھ دیا۔ اس لئے انگریزی بغیر چارہ نہیں رہ گیا، ورنہ اگر انگریزی کا سوال درمیان سے اٹھ جائے، اور ملک کی قومی زبان اردو یا عربی زبان میں قوانین اور اس کے طریقے منتقل ہو جائیں تو ظاہر ہے کہ اول سے آخر تک ہر جگہ مسلمان حکام عربی داں مولوی صاحبان، ان تمام مناصب پر قابض ہوں گے۔ یہ میری خوش خیالی نہیں ہے۔ عربی خوان کا دماغ محض عربی خوانی سے ماؤف نہیں ہو جاتا ہے بلکہ نسبتاً صالحیت اور نیک پسندی اس کے دماغ سے ظاہر ہو گی۔ آج بھی دیکھئے علماء حیدر آباد دکن میں اچھے اچھے ریاستی عہدوں پر قابض ہیں، شعبہ تعلیمات اور شعبہ عدالت، شعبہ قضاء و افتاء، شعبہ مال وغیرہ میں اچھے نظم و نسق سے کام کر رہے ہیں، صدی دو صدی سے پیشتر عہد شاہان مغلیہ میں علامہ خیالی اور شارح مواقف وغیرہ اولوالعزم علماء عربیہ اچھے اچھے عہدوں پر فائز تھے آج بھی نجد و حجاز، مصر و یمن میں عربی دان علماء کا بڑا ہی اقتدار ہے اور عربی خوان مولانا اچھے اچھے حکومت کے عہدوں پر فائز ہیں، اس سے آگے چلئے خلیفہ مامون رشید و ہارون رشید کے دور حکومت میں کس زبان کے لوگ اس عہد کے تمام دینی و دنیوی مناصب جلیلہ پر فائز تھے، اسکی تفصیل دیکھنی ہو تو علامہ شبلی کی المامون دیکھئے میں نے تاریخ ابن خلدون کے حوالے ان تمام عربی دان صحابہ کی فہرست لکھی ہے خود خلافت راشدہ کے زمانہ میں اچھے اچھے عہدوں، گورنری، کمشنری، تحصیلداری وغیرہ پر فائز تھی۔ حضرت ابوہریرہ بحرین کے گورنر تھے۔ ایک لاکھ روپیہ سالانہ وصول کرکے گورنر تھے۔ ایک لاکھ روپیہ سالانہ وصول کرکے مالیانہ لاتے تھے۔

آپ اپنے دور میں ریشمی رومال سے ناک صاف کرکے فرماتے بخ بخ یا ابا ہریرہ، واہ واہ ابوہریرہ آج تم ریشمی رومال میں ناک صاف کرتے ہو، کل تم پر وہ وقت گذرا ہے جبکہ تم مسجد میں مارے بھوک کے تڑپ رہے تھے ـــ غرض یہ کہ حکومت کا نقشہ بدل گیا، اسی لئے عربی علوم و فنون کی ناقدری ہے، اور علماء کسمپرسی میں پڑ گئے ہیں۔ ورنہ علمی برادری کے اسلاف کرام بارہا سونے سے تولے گئے ہیں۔ جواہرات سے وزن کئے گئے ہیں، اور ان میں ہر طرح کی اہلیت تھی وہ شاہی مسند نشین ہوئے اور شاہان اسلام ان کے لئے سروقد کھڑے ہو جاتے۔ علماء کی ان قدردانیوں کا حال پڑھنا ہے تو میری کتاب "تذکرۂ اسلاف"[1] ملاحظہ فرمائیے۔ اکبر الہ آبادی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ؎

وہ چکا ہے بہت لطف بادہ ہم پر بھی
ہوا کئے ہیں جواہر نثار ہم پر بھی
بٹھا چکا ہے زمانہ ہمیں بھی مسند پر
گزر چکی ہے یہ فصل بہار ہم پر بھی

عربی زبان میں عہدے خالی ہیں

طالبان علوم شرعیہ عموماً غریب پارٹی سے تعلق رکھتے اور انہیں یہ معلوم ہے کہ اس تعلیم میں جلب زر کا نفع ہے نہ عہدے کی توقع۔ پھر ان حضرات پر کونسی کشش ہے جو کشاں کشاں عربی جیسے روکھے پھیکے علم کی طرف متوجہ ہیں۔ ایک انگریزی خوان تو یہ سمجھ کر خرچ کر سکتا ہے کہ اس کے سارے خرچ کو میں ایک عہدہ کے ساتھ ہی نکال لوں گا اور اصل مع سود در سود کے وصول کر لوں گا۔ پھر یہ کہ دفتر میں میز اس کے سامنے ہو گی، بجلی کی روشنی اور پنکھا ہو گا، ملازم و چپراسی ہر دم موجود ہوں گے، اچھی خاصی عزت ہو گی مگر ملا کے سامنے مسجد کی چٹائی اور بوسیدہ دری کے سوا کیا چیز ہو گی نوکری کون سی بلند رکھی گئی ہے ــ عیش و عشرت کا یہاں کون سا سامان ہے۔ اس روکھے پن کے باوجود ایک جماعت اسیر ہر ملک میں مستعد ہے تو جواب یہ ہے کہ امرائے کرام کو یہاں عہدے نظر نہیں آتے لیکن یہاں بھی عہدے خالی ہیں اور ان پر کوئی اللہ کا بندہ عربی خوان ہی قابض ہوتا ہے۔ یہاں بھی کبھی غوث کبھی شیخ کبھی صوفی کبھی خواجہ کبھی عالم دین کے انتقال کے بعد دوسرے ان کی جگہ مسند نشین اور سجادہ گیر ہوتے ہیں ایک مفکر اسلام کے بعد دوسرا مفکر اسلامی نکلتا ہے۔ ایک متکلم زماں کے بعد دوسرا متکلم زماں جنم لیتا ہے، ایک مورخ دوراں کے بعد دوسرا ان کی جگہ وجود میں آتا ہے۔ ایک شیخ الاسلام کے بعد دوسرا شیخ الاسلام آتا ہے۔ اگر علوم عربیہ کا انتظام دنیا سے اٹھ جائے اور تمام امراء اپنی توجہ اس سے ہٹا لیں تو اللہ تعالیٰ دوسری قوم ضرور پیدا کرے گا جو اس کی زبان کو سیکھیں گے اور دنیا کی اصلاح کریں گے وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔

شاہ اسمٰعیل شہید رح کا فرمان

ایک آخری گذارش یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ عزم و ہمت اور حوصلہ و جرأت نہ کر سکے کہ بچوں کو "باقی صـ پر"

[1] ملنے کا پتہ
عبدالرؤف رحمانی ڈاکخانہ راوت گنج بازار ضلع بستی۔ قیمت [illegible]

اقوام عالم کیلئے ہولناک خطرہ

یہودیوں کا انقلابی پروگرام

تلخیص بردتوکولات حکماء صہیون • ترجمہ: حکیم محمد کامل سحر العلوی (گذشتہ سے پیوستہ)

پانچویں قرارداد

ہم ایک مضبوط مرکزی حکومت بنالیں گے۔ تاکہ صرف اپنے لئے اجتماعی طاقت حاصل کرلیں۔ تب ہم اپنی رعایا کی سیاسی زندگی کے لئے نئے قوانین وضع کریں گے۔ اس طرح کے قوانین ہر قسم کی آزادی پر پابندی لگادیں گے تاکہ ہماری گرفت مضبوط ہوجائے اور طاقت کے بل پر ہمارا جبر و استبداد اتنا بڑھ جائے کہ ہم ہر جگہ اور ہر وقت غیر یہودی سرکشوں کو کچل کر رکھ دیں۔

ہمارے گرانقدر عطیات میں سے ایک بیش قیمت سیاسی "جمہوری اور عوامی حکومت" بھی ہے جس کی نظریاتی تشکیل میں پر فریب نعروں اور کھنکتی ہوئی زوردار عبارتوں سے کام لیا گیا ہے۔ دور جمہوریت میں ہم یہودی بہت مضبوط ہوجائیں گے اور دنیا کو ہم پر اعتماد کرکے ہماری پناہ میں آنا ہی ہوگا، اسوقت حکومتوں کی یہ مجال نہ ہوگی کہ وہ ہماری خفیہ دخل اندازی کے بغیر کوئی معاہدہ کریں۔

اس موقع پر عوام کو نہتا کردینا اور ان سے ہتھیار لے لینا زیادہ اہم ہوگا بہ نسبت اس کے کہ وہ لڑائی میں جھونک دیئے جائیں۔

رائے عامہ پر قابو حاصل کرنے کے لئے بہت ضروری ہے کہ ہم اسکو طرح طرح کے انقلابات اور تغیرات سے چکرا کر رکھدیں تاکہ رائے عامہ ان نزاعات سے پریشان ہوکر یہ سمجھنے پر مجبور ہوجائے کہ اس کے لئے سیاسیات سے کنارہ کشی ہی بہتر ہے۔

چھٹی قرارداد

ہم بڑے پیمانہ پر ذخیرہ اندوزی، چوربازاری اور غیر معمولی منافع خوری شروع کرادیں گے یہ دولت بہت ہی گہرے کنوئیں ہوں گے جن میں غیر یہودیوں کی دولت بہت گہرائی تک ڈوبتی چلی جائے گی، یہاں تک کہ ان کے اندر سب کچھ گر جائیگا

اور حکومت کا اعتماد تک دلوں سے اٹھ جائے گا۔ (بیچاری کٹھ پتلی جمہوری حکومتیں کر بھی کیا سکتی ہیں؟)

ہمارے لئے ضروری ہے کہ — غیر یہودی زمینداروں کو ان کی ملکیت سے محروم کردیں جس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس قدر ٹیکس ان پر لاد دیئے جائیں کہ وہ دانے دانے کو محتاج ہوجائیں۔

ہم تمام — غیر یہودی — عوام کو مفلوک الحال مزدوروں کے درجہ تک پہونچادیں گے اور اس وقت عوام اپنی بقا کے لئے ہمارے سامنے سرنگوں ہونے پر مجبور ہوجائیں گے۔

ساتویں قرارداد

بہت ضروری ہے کہ ہم دنیا کے ہر خطہ میں فتنہ و فساد اور بغض و عناد کی آگ بھڑکادیں اور آپس میں سخت منافرت اور عداوتیں پیدا کرادیں (اس کام کے لئے مذہبی اور سیاسی لیڈر اچھے آلۂ کار ثابت ہوئے ہیں)

جب کبھی ہمارے پڑوسی ہم سے غداری کریں یا ہمارے خلاف متحد ہوں تو ہمارے لئے ضروری ہوگا کہ عالمگیر جنگ چھیڑوادیں۔ (جیسا کہ جرمنی اور ہٹلر کے ساتھ کیا جاچکا ہے جبکہ اس نے اس متعفن قوم کو عبرتناک سزائیں دی تھیں۔)

آٹھویں قرارداد

ہم اپنی حکومت کے گرداگرد ماہرین اقتصادیات کی ایک فوج کھڑی کردیں گے اور ہمارے چاروں طرف ہزاروں کی تعداد میں بینکوں کے مالک، مل مالک اور ارب پتی جمع ہوں گے

نویں قرارداد

ہم نے موجودہ صدی کے — غیر یہودی — عوام کو بہت بڑا فریب دے کر رائے عامہ کو گندہ اور متعفن کردیا اور لوگوں نے دماغوں میں

ایسے نظریات ٹھونس دیئے جن کے کھوٹے پن سے ہم بخوبی واقف ہیں مگر پھر بھی ان کو تلقین کرتے رہتے تھے۔ آئندہ بھی یہی طرز عمل جاری رکھیں گے۔

دسویں قرارداد

جب ہم اپنا سیاسی انقلاب مکمل کرلیں گے تو لوگوں سے کہیں گے کہ "ہر بات بہت بڑے ڈھنگ سے ہورہی ہے اور تم لوگ سخت تکلیف میں ہو۔ اب ہم تمہاری ساری مصیبتوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے۔ دراصل تمہاری ساری مصیبتوں کی جڑ قوم پرستی اور قومی تحریک ہے" تاکہ ہم پوری طرح سے غلبہ حاصل کرلیں۔

ہم کو چاہیئے کہ ہر شخص کو ووٹ کا حق دے کر اسے مطمئن کردیں اور اس سلسلہ میں طبقوں اور برادریوں کا کوئی امتیاز نہ برتا جائے اگر ہم اس میں کامیاب ہوگئے تو خاندانی اور قومی زندگی مفلوج ہوکر رہ جائیگی۔

گیارہویں قرارداد

ہمیں عوام کو سمجھا دینا ہوگا کہ "ہم نہ صرف ان کی رائے اور خواہشات سے لاپرواہ ہیں بلکہ ہر جگہ اور ہر وقت اس بات کے لئے بھی تیار ہیں کہ ادنیٰ ترین مخالفت کی جھلک بھی اگر ہم کو نظر آجائے تو انتہائی بے رحمی سے اس کا گلا گھونٹ دیں۔

ہمیں عوام کو یقین دلادینا ہوگا کہ ہم نے جو چاہا وہ کرگذرے اور اب ہم ہرگز انکو برداشت نہیں کرسکتے کہ کوئی ہماری سلطنت میں شرکت کا دعویدار ہو۔ اس طرح ان پر ایسا خوف طاری کردیں گے کہ ان کو ہر طرف سے آنکھ بند کرلینا پڑے۔

یہ خدا کی رحمت ہے کہ اس کے محبوب بندے (یہودی اپنے کو ایسا ہی سمجھتے ہیں) دنیا بھر میں منتشر ہیں، اور ہمارے اس انتشار کو دنیا ہماری کمزوری سے تعبیر کرتی ہے، لیکن دراصل یہ اتنی بڑی طاقت ہے۔ جس نے ہم کو عالمی حکومت کی چوکھٹ تک پہونچا دیا۔ آپس کی وابستگی کے ساتھ ساتھ دنیا

کے ہر خطہ میں ہمارے انتشار نے ہم کو ہر جگہ اپنی ریشہ دوانیاں کرنے اور اپنا جال پھیلانے کا موقع دے دیا۔

١٢ بارھویں قرارداد

لفظ "حریت" کے مفہوم کو ہم بدل ڈالیں گے اور اس کے معنی یہ بتائیں گے کہ حریت اور آزادی صرف وہی ہے جس کی قانون اجازت دے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہم کہہ سکیں گے کہ کہاں آزادی ہونا چاہیئے اور کہاں نہیں۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ قانون صرف اسی بات کی اجازت دے گا جس کو ہم چاہیں گے۔

ہم ہر قسم کی اخباری تنقید بند کردیں گے جو اخبار ہم پر حملہ آور ہوگا ہم سزا کے طور پر اس کی اشاعت روک دیں گے جس کتاب کی ضخامت ٣٠٠ صفحات سے زائد ہوگی، ہم اس پر ٹیکس بڑھادیں گے لیکن کم حجم والی کتابوں کی ہمت افزائی کرینگے۔ اس طرح لوگ ضخیم کتابیں پڑھنا پسند نہ کریں گے کیونکہ ایک تو ان کی ضخامت زائد ہوگی دوسرے گراں قیمت ہوں گی۔

اگر ہم غیر یہودی عوام کو ١٠ اخبارات نکالنے کی اجازت دینگے تو یہودیوں کو ٣٠ اخبارات نکالنے کی۔

١٣ تیرھویں قرارداد

کسی چیز پر دستخط کردینے کے بعد دستخط کنندہ کو اس پر نظرثانی کرنے کی ہمت نہ پڑے گی، ہماری صحافت عوامی نگاہ کو دور تک مشکلات دیکھنے کا عادی بنادے گی اور کند ذہن سیاستداں، نئی مشکلات کو سلجھانے کے چکر میں پھنس جائیں گے۔ اور ان کی وہی حالت ہوجائے گی جیسا کہ آج کل گھٹیا اور پست لوگ بغیر سمجھے بوجھے بک بک شروع کردیتے ہیں۔

اس طرح ہم سادہ لوح لوگوں کو سیاسی مسائل سے الگ کرکے نئی مشکلات میں پھنسادیں گے یعنی صنعتی اور تجارتی مشکلات۔ اور ہم کھیل کود اور مختلف فنون لطیفہ کی ہمت افزائی کرکے عوام کی توجہ سیاست کی طرف سے ہٹادیں گے۔

١٤ چودھویں قرارداد

جب ہم روئے زمین کے مالک ہوجائیں گے تو بجز اپنے مذہب کے کسی دوسرے مذہب کو برداشت نہ کریں گے، اور ہمارے فلاسفر دوسرے مذہبوں کی دھجیاں اڑادیں گے۔

١٥ پندرھویں قرارداد

روئے زمین کی تمام قوموں کو غلام بنالینے کے بعد ہم — اپنے تمام امکانی ذرائع کو کام میں لاکر اپنے خلاف ہونے والی سازشوں کا قلع قمع کریں گے ہم ہر اس شخص کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے جو ہماری سلطنت کے استحکام کے خلاف ہتھیار اٹھائے گا۔

کسی نئی خفیہ جماعت کی تشکیل کی سزا موت ہوگی۔ لیکن جو خفیہ جماعتیں اس وقت موجود ہیں جنہیں ہم جانتے ہیں (جیسے فری میسن اور اس کی ذیلی خفیہ جماعتیں) جو ہمارے مقاصد کی خدمت میں لگی ہوئی ہیں، ان کو ہم باقی رکھیں گے اور ان کے ممبروں کو دنیا بھر میں پھیلادیں گے۔

١٦ سولہویں قرارداد

اپنے قانون کے علاوہ دیگر تمام قوانین کو مٹا ڈالنے کے لئے ابتدائی مرحلہ میں ہم یونیورسٹیوں سے کام شروع کردینگے یعنی ہم یونیورسٹیوں میں انقلاب لاکر نئے سرے سے اپنے مخصوص لائحہ عمل کے مطابق ان کی تشکیل کرینگے۔ مخصوص خفیہ پروگرام کے مطابق یونیورسٹیوں کے چانسلر اور اساتذہ ہمارے ساختہ پرداختہ ہوں گے جو یونیورسٹیوں کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالیں گے۔ ان میں سے کوئی شخص ہماری مرضی سے روگردانی کرکے سزا سے نہ بچ سکے گا۔

ہم قدامت اور ماضی کے بجائے جدت اور مستقبل کی تعلیم دینگے (اس طرح لوگ اپنے ماضی کی تاریخ کو فراموش کردینگے۔)

١٧ سترہویں قرارداد

ہم وکلاء کا کام بہت محدود کردیں گے، ان کو نہ تو اپنے مؤکلوں سے ملنے کی اجازت دینگے اور نہ ان کو اس وقت تک مقدمات کی مسلیں دی جائیں گی جب تک کہ محکمۂ قانون اجازت نہ دیدے۔ اس طرح ہم ایک غیر جانبدار دفاع تک پہونچ جائینگے جو مادی منفعت کا تابع نہ ہوگا، حتی کہ ہم رشوت اور فساد کے پھیلاؤ کو روک دیں گے۔

ہمیں دین مسیحی کو تاراج کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ اور دوسرے تمام مذاہب تابع فرمان ہوجائیں گے۔

بقیہ فضائل شعبان

ہوتے ہیں اور پورے سال کا رزق لکھا جاتا ہے۔ موت حیات لکھی جاتی ہے گناہوں کی معافی ہوتی ہے۔ اگر ہم پوری رات کو سونے اور غفلت لہو و لعب میں گذار دیں تو اس سے زیادہ بدقسمتی کیا ہوگی۔ ہو تو یہ کہ جس وقت ہمارے اعمال پیش ہوں اس وقت ہم اپنے پروردگار کی حمد و ثنا عبادت و ریاضت میں مشغول ہوں۔

احکام

مسئلہ: پندرہ شعبان کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

مسئلہ: شعبان کی پندرھویں شب میں مردوں کے لئے قبرستان جاکر استغفار کرنا مستحب ہے اور حدیث سے ثابت ہے۔

مسئلہ: اگر کچھ صدقہ و خیرات بھی کردی جائے تو مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: رات بھر جاگنا اور عبادت کرنا کسی عبادت کی تخصیص نہیں — ممکن ہو تو ہمت کرکے مختلف قسم کی نیکی و عبادت کی جائے جماعتی شکل میں عبادت نہ کی جائے۔

مسئلہ: حلوا پکانا اور اسکو ضروری جاننا اور حکم شرعی سمجھنا اس میں زیادتی اور بدعت ہے۔

مسئلہ: بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس شب میں مردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اس کا قرآن و حدیث میں کہیں ثبوت نہیں۔

مسئلہ: بعض کا خیال ہے کہ جو مردے اس سال مرتے ہیں اگر اس رات ان کا فاتحہ نہ دلایا جائے تو وہ مردوں میں شامل نہیں ہوتے یہ غلط ہے

مسئلہ: بعض اس تاریخ میں مسور کی دال پکاتے ہیں اور ضروری جانتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں۔

مسئلہ: آتشبازی چھوڑنا، قبروں پر اگربتی جلانا مسجدوں میں چراغاں کرنا یہ سب مال میں اسراف اور قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔

طلبائے دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ کے نام

از جناب اقبال حسین خاں صاحب جنرل سکریٹری مدھیہ پردیش دینی کانفرنس بھوپال و رکن انتظامیہ ندوۃ العلماء کا مکتوب ۱

عزیزو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جلسہ انتظامیہ ندوۃ العلماء میں شرکت کے لئے میں ۲۴ اگست ۱۹۶۹ء کو شب میں لکھنؤ پہونچا تھا اس غرض کیلئے یوں تو وہاں پہونچنا ہی چاہئے تھا لیکن لیکن چند وجوہ سے میں لکھنؤ آنے کے لئے بے تاب ہوگیا پہلی وجہ یہ تھی کہ جلسہ کی شرکت کیلئے جو ایجنڈا جاری ہوا تھا اس میں حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ کی عہدہ نظامت سے سبکدوشی کی خواہش بھی زیر بحث لائی جانے والی تھی اور موصوف کی اس خواہش کی اطلاع نے مجھے جھنجوڑ ڈالا تھا۔

میرے نزدیک حضرت مولانا ندوۃ العلماء کے ناظم ہی نہیں ہیں، خود نظام کا ایک اہم جزو ہیں اور اس وقت مولانا کی ذات کو چھوڑ کر ندوۃ العلماء کے ایک مکمل وجود کو ذہن قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتا عزم کرلیا کہ لکھنؤ چلوں گا اور اپنی تمام ناچیز کوششیں میاں مدظلہ کو منانے میں صرف کردوں گا۔ لیکن مجھ سے پہلے ہی چند اکابر وہاں پہونچ چکے تھے اور ان سب کے اندر ندوہ کے چند مقامی ذمہ دار حضرات کے دلوں میں ایک ہیجان پایا جاتا تھا، کوئی بھی اس عظیم حادثہ سے دوچار ہونے کو تیار نہ تھا حل سوچے جارہے تھے بالآخر ان مخلصین کے دل کی آوازیں میاں موصوف کے گوش دل تک پہونچ گئیں، مولانا مدظلہ نے عہدہ نظامت پر قائم رہنے کی رضامندی ظاہر کردی اور یہ اہم مسئلہ بخیر وخوبی حل ہوگیا۔

اس مرتبہ جتنے اراکین انتظامیہ جلسہ میں شرکت کے لئے جگہ جگہ سے لکھنؤ آگئے، اتنے شاید ہی کبھی آئے ہوں، اس خبر نے سب کے دل پر ایک ہول طاری کردیا تھا۔

عزیزو! یہ معاملہ تو علی میاں صاحب کی ذات اور نظامت ندوہ سے متعلق ہے لیکن میں سنا تم کو رہا ہوں۔ تم میں سے کافی تعداد میں چھوٹے ہیں اور بظاہر اس کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ اس بات کو اس طرح تم سب کے سامنے لایا جائے جسطرح میں نے لانا چاہا ہے لیکن عزیزو! یہ معاملہ بہت اہم ہے، اللہ تعالیٰ نے مولانا مدظلہ کی ذات بابرکات میں تم کو ایک نعمت دے رکھی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ تم میں سے چھوٹے بچے تک اس بات کو سمجھ لیں۔

دیکھو تم دنیا میں ایک چیز جو چراغ لیکر ڈھونڈنے پر بھی مشکل سے ملتی ہے وہ صرف خلوص ہے تم کو سب کچھ مل جائیگا لیکن اس چیز کا ملنا ہرگز آسان نہیں اور زمانہ میں کسی شخص کو اور کسی ادارے کو کوئی مخلص ترین ہستی مل جائے تو گویا اس کو وہ چیز مل گئی جو دنیا کی تمام بہترین چیزوں پر بھاری ہے خصوصاً ایسی صورت میں کہ اللہ تعالےٰ نے اسکو حقیقی بصیرت سے بھی نوازا ہو۔

خدا کا شکر کرو کہ وہ بیش بہا نعمت تمکو حضرت مولانا کی ذات میں حاصل ہے۔ پھر اب یہ سوچنے کی بات ہے کہ تم اس نعمت کی قدر کس طرح کرسکتے ہو اور اس پر کس طرح خدا کا شکر ادا کرسکتے ہو۔

میرے نزدیک اس نعمت کی قدر اور اس پر کس طرح خدا کا شکر تم اسطرح ادا کرسکتے ہو کہ ان کی صحت وسلامتی کے لئے ہر نماز میں دعا کرتے رہو اور ندوۃ العلماء کے اپنے قیام کے دوران، تعلیم حاصل کرنے میں زیادہ سے زیادہ سعی کرتے رہو۔ آج کل ایک وبا، خصوصاً ہندوستان میں جس سے اب مذہبی تعلیم گاہوں کے طلباء بھی مامون نہیں ہیں، اسٹرائک، ہنگامہ خیزی، تمرد اور توڑ پھوڑ کی پھیلی ہوئی ہے۔ مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اپنی "من مانی" کرالیں۔ اس کے لئے آجکل طلباء جیسے جیسے طوفان کھڑے کردیتے ہیں اس کی خبریں تم اخباروں میں دیکھتے ہوگے لیکن سوچ لو کہ "من مانی" انسان کے لئے مفید نہیں ہوتی، خرابی ہی کا باعث بنتی ہے۔ اور خاص کر طلباء کے مستقبل کو عموماً تباہ وبرباد کردیتی ہے۔ تم کو چاہئے کہ اپنے کام میں لگے رہو، علم حاصل کرنے کی جد وجہد میں منہمک رہو۔ استاذ کی زبان سے جو کچھ نکلے اس کو بحر علم کا قطرہ قطرہ سمجھ کر پی جاؤ اور جزو ذہن بنانے کی کوشش کرو۔ جس طرح باپ کو پیار کی نظر سے دیکھتے ہو۔ استادوں کو بھی دیکھو، وہ تم کو اپنا دل وجان سمجھتے ہیں۔ استادوں شاگردوں سے جو تعلق ہوتا ہے اسکو شاید تم اچھی طرح نہیں جانتے؛ وہ ہمیشہ تم میں اپنی محنت کا ثمر پالینے کے متمنی رہتے ہیں اور یہی ان کی زندگی کا ارمان ہوتا ہے۔

بعض حالات ایسے ہوتے ہیں کہ طلباء کسی چیز سے مطمئن نہیں ہوتے اور اس میں اپنی من مانی تبدیلی کو اپنے لئے بہتر سمجھتے ہیں لیکن جان لو کہ گھر پر بھی تمہارا دل تم سے متعلق بعض باتوں میں تبدیلی چاہتا ہے مگر باپ یا ماں سختی سے تمہاری اس تمنا کو کچل دیتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ اگر تمہاری دل پسند تبدیلی ہوجائے جو کہ وہ تمہارے لئے شر کا باعث ہوگی اور بجائے مفید ہونے کے مضر ہوگی۔ تم ان کی محبت ان کے رعب اور تعلق کی وجہ سے اپنی ان بیجا خواہشوں کو پیروں تلے روند ڈالتے ہو اور راضی برضا ہوجاتے ہو۔

عزیزو! تمہارے اساتذہ بھی اسی طرح تمہاری فلاح وبہبود کا خیال رکھتے ہیں اور مدرسہ میں جو نظام قائم ہوتا ہے اس کے ہر ہر پہلو پر وہ اسی نظر سے غور وخوض کرتے اور ہر بہتر سے بہتر چیز کو جاری کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ بات ان کو تمہارے ماں باپ سے زیادہ ملحوظ رہتی ہے اس لئے کہ تم میں سے ہر ایک کے ماں باپ بچوں کی تعلیم وتربیت کے علم سے بخوبی واقف نہیں ہوتے اور نہ ان کی حقیقی بھلائی کو اچھی طرح سمجھتے لیکن تعلیم وتربیت سے جو لوگ متعلق ہوتے ہیں وہ اسے خوب جانتے ہیں اور ان کا کوئی لمحہ اس سے تغافل میں نہیں گزرتا وہ تمہاری ہر بات ہر وقت توجہ اور ہمدردی سے سنتے ہیں، تمہارے ہر حال پر نظر رکھتے ہیں اور جو چیز تمہارے لئے بہتر سے بہتر ہوتی ہے اسکو جاری کرتے ہیں۔ دیکھو تمہارے ادارہ کا ناظم ایک مجسمہ خلوص ہے اسکو تم میں سے ہر شخص اچھی طرح نہیں سمجھ سکتا، اور اس کے سبکدوشی کے ارادہ کی

خبر سنکر تمہیں میں سے تمہارے بڑے اور ہم میں سے ہر شخص پریشان ہوگیا تھا تم ہمیشہ ہر طرف سے بے نیاز ہوکر پورے اعتماد کے ساتھ سب باتوں کو محترم ناظم اور ان کے زیر ہدایت اساتذہ پر چھوڑے رہنا اور علم کے حصول کی جد وجہد میں منہمک رہنا، تمہارے ناظم پر علامہ اقبال علیہ الرحمہ کا یہ شعر بالکل صادق آتا ہے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

عزیزو! اس دیدہ ور کی بصیرت سے فائدہ حاصل کرتے رہو اور اپنے اصلی کام میں بس یکسو رہو۔ ابھی تم سے بہت کچھ کہنا ہے۔ دعاگو

دوسرا مکتوب

عزیزو!

سن لو کہ ندوۃ العلماء میں میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ اس طویل عمر میں کہیں نہیں دیکھا تھا اور تم کو جو کچھ پایا۔ اس طویل عمر میں طلباء کو کہیں نہیں پایا تھا مولانا عبدالسلام صاحب ندوی بھی —— ۲۵ اگست ۱۹۶۹ء کو الاصلاح کے جلسہ میں ندوہ کے حالات سے ایک حد تک اپنے اطمینان کا اظہار کرچکے ہیں لیکن اس کے بعد ہی مولانا محمد عمران خاں صاحب نے دور اندیشی کو ملحوظ رکھتے ہوئے تم کو متنبہ کیا تھا کہ تم مولانا صاحب کی اس بات کو سن کر مطمئن نہ ہوجانا۔ کیا اچھی بات کہی تھی۔ عمران میاں نے اور میں ان دونوں ہی بزرگوں کی باتوں سے اتفاق کرتا ہوں۔

۲۳ اگست ۱۹۶۹ء کی شب میں میں احاطۂ دارالعلوم میں داخل ہوا تو عشاء کی نماز ہوچکی تھی لیکن مسجد کے اندر طلباء مختلف گروہوں میں اکٹھا ہوکر، اطمینان کی فضا میں، اپنی کتابوں کے مطالعے میں منہمک تھے۔ طبیعت بہت مسرور ہوئی۔ نماز عشاء پڑھکر میں سوگیا لیکن رات کے ڈھلنے پر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد سیٹی کی آواز فضا میں گونجنے لگی۔ میں سمجھا رات کو گشت کرنے والے پولیس کے سپاہی احاطہ دارالعلوم سے باہر بآواز سیٹی، لوگوں کو "ہوشیار رہو جاگتے رہو" کی ہدایت کررہے ہیں لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ یہ کام تو احاطہ کے اندر ہی ہورہا تھا اور حافظ صاحب حافظ کے لڑکوں کو بیدار کرنے کی تدبیروں میں مصروف تھے تاکہ یہ لڑکے اٹھیں، تیار ہوکر مسجد میں پہونچیں اور قرآن شریف کے پڑھنے میں مصروف ہوجائیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی مسجد میں سے تلاوت کلام پاک کی پرکشش اور دلآویز آوازیں کانوں میں آنے لگیں۔ مارے خوشی کے میری آنکھیں نمناک ہوگئیں اور دل نے کہا کہ مبارک ہے وہ ادارہ جہاں اس اہتمام کے ساتھ قرآن کریم کے حافظ کا انتظام ہے اور صاحب اقبال ہیں وہ طلباء جن کو اپنے شفیق، مخلص اور سراپا جہد استاد کے سایہ عاطفت میں حافظ قرآن کا موقع مل رہا ہے۔ یہی طلبہ نماز عشاء کے قبل بھی اپنے سبق یاد کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔

فجر کی اذان کے ساتھ ہی میں نے بستر چھوڑ دیا۔ باہر نکلا تو کچھ بچے بیدار ہورہے تھے اور کچھ بیدار ہوکر نماز کی تیاری میں مصروف تھے اور جدھر سے گزرو نہایت میٹھی اور معصوم آواز میں السلام علیکم سے مخاطب کیا جاتا تھا ہر بچہ کے بھولے پن سے اندازہ ہوتا تھا کہ فرشتے اس کے ساتھ ہیں اور ان کی معصومیت اس کی نشو ونما میں اثر انداز ہے۔ نماز سے فراغت کے بعد لڑکے اپنے اپنے کمروں میں آگئے اور ناشتہ اور دوسرے ضروری کاموں میں لگ گئے لیکن نہ کسی قسم کا شور تھا نہ کوئی ہنگامہ۔ پتہ ہی نہیں لگا کہ سات کب بج گئے اور کب بچے دارالعلوم کی عمارت میں پڑھنے چلے گئے۔ ہوسٹل میں سکون کی جو فضا، بچوں کے مدرسہ جانے کے بعد تھی وہی ان کے جانے سے پہلے تھی اور وہی اسکول آنے کے بعد پانچ بجے شام تک رہی، فرق صرف یہ تھا کہ مدرسہ کے اوقات کے بعد ادھر ادھر سے گزرو تو بعض بچے گیلری میں کسی کام سے آتے جاتے مل جاتے تھے، بعض کمروں میں بیٹھے لیٹے یا پڑھتے پائے جاتے تھے لیکن شور وغل یا شرارت کا نام بھی نہ تھا۔ یہ بات بھی مستقل طور پر دیکھنے میں آتی رہی کہ جب بھی کوئی بچہ پاس سے گزرتا تو وہ السلام علیکم سے ضرور تواضع کرتا اور سبقت کا موقع مجھے مشکل ہی سے ملتا۔ نماز عصر کے بعد لڑکے میدان میں بٹ کر اپنے پسند کے کھیل فٹ بال، والی بال وغیرہ کھیلنے لگے۔

یہ سب جانتے ہیں کہ کھیل کے میدان میں لڑکوں کے طفلانہ جذبات ابھر آتے ہیں اور بعض اوقات بازی جیتنے کے لئے کچھ عجیب غیر شائستہ حرکتیں بھی ان سے سرزد ہوجاتی ہیں، اور کبھی کبھی تو وہ لڑکے بھی جو فطرۃ سنجیدہ ہوتے ہیں ایسے موقعوں پر حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں لیکن حاشا وکلا یہ بات میں نے یہاں نہ پائی۔ جوش وخروش کے ساتھ لڑکے کھیل میں منہمک تھے لیکن غیر شائستہ یا ایسی طفلانہ حرکتیں جو کم سے کم بوڑھوں کو عیب کی صورت میں نظر آتی ہیں یہاں نہ پائی گئیں۔

بعض لڑکے اس وقت بھی الاصلاح کے ہال میں کتابیں، رسالے اور اخبار پڑھنے میں مصروف پائے گئے اور کیونکہ مجھے طلبہ کی حالت کا جائزہ لینا ہی تھا اس لئے میں نے اس وقت بھی گیلری میں چکر لگائے کہ شاید کمروں میں بعض لڑکے تاش یا اس قسم کے کھیل کھیلنے یا شرارت کرتے پائے جائیں لیکن میری عیب جو نظر ینقلب الیک البصر خاسئاً کی مصداق بن کر رہ گئی۔

میں نے ان اساتذہ کو بھی جو دارالاقامہ کے مختلف بلاکوں کے نگراں ہیں، بچوں کے ہر حال پر نظر رکھنے کے لئے مستعد پایا لیکن اس درشتی کا نام بھی ان کے چہروں پر نہ تھا جو بعض جگہ دیکھنے میں آجاتا ہے، نہ وہ رکیک حرکتیں ان سے سرزد ہوتے دیکھیں اور نہ ان کو لڑکوں سے ہنسی مذاق کرتے پایا، جو بری باتیں ہیں لیکن کہیں کہیں پائی جاتی ہیں۔ نگراں صاحبان، خاموش طبع، خوش مزاج اور سنجیدہ پائے گئے اور ان باتوں کے جو اثرات طلباء پر مرتب ہونا چاہئے وہ یقیناً دیکھنے میں آئے۔

۲۵ اگست کو شب میں ایک بزم سخن میں شرکت کا موقع ملا جس میں صرف طلباء ہی تھے۔ اور وہ بھی چند، یہاں شعر وشاعری کا مشغلہ تھا لیکن پاکیزہ لطیف فضا میں۔ ستھرا مذاق بلند وبالا خیالات اور اعلیٰ جذبات۔ نظموں اور غزلوں کا یہ معیار تھا۔ اندازہ ہوتا ہے کہ ندوہ کی تعلیم وتربیت طلبہ کو علم کے ساتھ شرافت، لطافت بلند نظری، دوربینی اور حرف شناسی کو گھول کر پلا دینا چاہتی ہے۔

دو مرتبہ چند اساتذہ کے ساتھ چائے نوشی کا اتفاق بھی ہوا جن کے خلوص ومحبت اور سیر چشمی سے جو لذت ملی، اس نے کھانے اور پینے کی عمدہ چیزوں کی لذت کو ثانوی درجہ دے دیا تھا۔

یہ میری تین دن ۲۳، ۲۴، ۲۵ اگست کا جائزہ ہے۔ ۲۶ کی صبح کو ۹ بجے پھر وہی کنج قفس اور وہی صیاد کا گھر کہتا ہوا اس جائے امان سے میں بھوپال کے لئے روانہ ہوگیا دنیا کے بکھیڑے کہاں کسی کو چین

سے بیٹھے دیتے ہیں۔

ان تین دن کے جائزے نے مجھے مولانا عبدالسلام صاحب ندوی کی رائے سے اتفاق کرنے پر مجبور کر دیا اور موصوف نے دارالعلوم سے جس اطمینان کا اظہار فرمایا تھا میں اس کی تائید کرتا ہوں۔

لیکن اس کے ساتھ مولانا محمد عمران خاں صاحب نے الاصلاح کے جلسہ میں مولانا عبدالسلام صاحب کے اظہار اطمینان کے بعد تم کو ہوشیار کیا تھا کہ ان الفاظ سے تم مطمئن نہ ہو جانا، تمہیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے، اپنے آگے کے مکاتب میں، میں اس پر تبصرہ کروں گا۔ بزم انتظامیہ کے جلسہ میں حضرت مولانا علی میاں صاحب نے اپنے استعفیٰ کی خواہش کی دو وجوہ میں خرابی صحت کے علاوہ یہ بھی بتایا تھا کہ ندوہ کے حالات سے موصوف کا ضمیر مطمئن نہیں ہے۔ مجھے اس پر بھی اپنے خیالات کا اظہار کرنا ہے، اور یہ بتانا ہے کہ عمران میاں صاحب کی تنبیہ اور علی میاں صاحب کی بے چینی میں میرے دل کی چیخ بھی شامل ہے۔ دعاگو

معذرت

ندوۃ العلماء اور تہارے متعلق میں نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ بلا کم وکاست میرے مشاہدات پر مبنی ہے اور وہ بھی صرف تین دن کے، جس میں — اور مصروفیتیں بھی رہیں۔ اگر بعض اچھی یا بری باتوں کے سمجھنے میں میرے فہم نے غلطی کی ہو، تو قابل درگذر رہوں۔

رپورٹ

انجمن طلبائے قدیم (دہلی)

"دہلی میں" دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سابق طالب علم کافی تعداد میں ہیں لیکن شہر کے دور دراز حصوں میں منتشر ہیں، عرصہ سے خیال تھا کہ کوئی ایسی صورت نکل آتی کہ کبھی کبھی یہ لوگ کہیں جمع ہو سکتے، تاکہ ارتباط باہمی میں ترقی ہو اور مادر علمی کی مدد بھی کی جا سکے۔

خدا کا شکر ہے کہ بعض سرگرم دوستوں کی توجہ سے اس خیال نے عمل کا قالب اختیار کیا اور گذشتہ دو ماہ سے ندوی بھائیوں کا اجتماع ہونے لگا ہے۔ امید ہے کہ یہ سلسلہ اور آگے بڑھے گا۔ پہلے دو اجتماعات سید محمد اجتبا صاحب ندوی کی — قیام گاہ واقع مدرسہ ثانوی جامعہ ملیہ اسلامیہ پر ہوئے۔ تیسرا اجتماع ۸ دسمبر کو جامعہ نگر میں جناب عبدالحلیم صاحب ندوی کے مکان پر ہوا۔ جس میں مولانا حفیظ الدین صاحب، مولانا عبدالسلام صاحب قدوائی، جناب حسین خاں صاحب، مولانا سید ابوبکر حسنی صاحب، سید محمد واضح رشید صاحب، محمد شبیر صاحب، عبدالحلیم صاحب، منظر عالم صاحب، محمد اجتبا صاحب، سید محمود الحسن اور سید خالد حسنی صاحب شریک تھے۔

عصر کے بعد دیر تک لوگ باہم تبادلۂ خیال کرتے رہے، ایک دوسرے سے واقفیت حاصل کرنے کے علاوہ اپنے طالب علمی کے دور کے حالات بھی سنائے۔ اسی سلسلہ میں دارالعلوم کے قدیم اساتذہ کرام کا ذکر بھی ہوا۔ خاص طور سے مولانا حفیظ اللہ صاحب، مولانا حیدر حسن خاں صاحب اور مولانا شبلی صاحب جے راج پوری، ان کے اخلاق طریقۂ درس اور طرز تربیت کے بہت سے واقعات بیان کئے گئے۔

امید ہے کہ آگے چل کر ندوی برادری کا یہ اجتماع بہت مفید ثابت ہوگا۔ — سید محمود الحسن ندوی

ناظم طلباء قدیم دارالعلوم ندوۃ العلماء (دہلی)

مجاہدین الفتح کے نام

حضرت یونس قنوجی

الفتح کے بادلو! — سربکف مجاہدو! — جھوم جھوم کر اٹھو!

تشنہ کام ہے ابھی انبیاء کی سرزمیں

حادثوں کی گود میں پل کے تم جواں ہوئے — آندھیوں کے سائے میں چل کے تم جواں ہوئے
بجلیوں کی آگ میں ڈھل کے تم جواں ہوئے — لو اٹھے جہاں پہ تم آستیں نچوڑ دو

الفتح کے بادلو! — سربکف مجاہدو! — جھوم جھوم کے اٹھو

تشنہ کام ہے ابھی انبیاء کی سرزمیں

آبہ جہاد کی شرح داستاں ہو تم — ملت حنیف کی آن کا نشاں ہو تم
موت ہی خود مر مٹے جن پہ وہ جواں ہو تم — زندگی کے ساز پر کوئی راگ چھیڑ دو

الفتح کے بادلو! — سربکف مجاہدو! — جھوم جھوم کے اٹھو!

تشنہ کام ہے ابھی انبیاء کی سرزمیں

تم فیض عزم نو آرزو کا نور ہو — سیل بے پناہ کی موج ناصبور رہو
تشنگان زیست کے قلب کا سرور ہو — سیل بے پناہ کو اور معتبر کرو

الفتح کے بادلو! — سربکف مجاہدو! — جھوم جھوم کے اٹھو!

تشنہ کام ہے ابھی انبیاء کی سرزمیں

بڑھو رہے ہو اس طرح کہ بانداز کفن — جیسے موج صبح نو زعم تیرگی شکن
جیسے جوئے کہسار جیسے برق شعلہ زن — سربکف مجاہدو اور تیز تر بڑھو

الفتح کے بادلو! — سربکف مجاہدو! — جھوم جھوم کے اٹھو!

تشنہ کام ہے ابھی انبیاء کی سرزمیں

(بشکریہ ماہنامہ رضوان لکھنؤ)

"تعمیر حیات"

میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

فضائل شعبان

مرتبہ:- خطیب احمد ندوی

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شعبان شہری ورمضان شہر اللہ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے

اس سے زیادہ اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنا مہینہ فرمایا ہے۔

یہ مہینہ ہر سال اپنے ساتھ ہدایت ومغفرت اور رحمت وبرکت کا پیغام لاتا ہے۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس مہینہ میں روزوں کا خصوصیت سے بہت زیادہ اہتمام کرتے تھے جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ رمضان اور شعبان کے علاوہ آپ نے لگاتار اور مسلسل کسی مہینہ کے روزے نہیں رکھے۔

عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا قالت ما رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی شہر اکثر صیاما منہ فی شعبان۔ کان یصومہ الا قلیلا بل کان یصومہ کلہ۔ رواہ ترمذی

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان سے زیادہ (سوائے رمضان کے) کسی مہینہ میں کثرت سے روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا بہت کم دن ایسے ہوتے تھے کہ آپ روزہ نہ رکھتے بلکہ پورا کا پورا مہینہ روزے رکھتے تھے۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے:

قالت کان احب الشہور الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان ثم یصلہ برمضان۔

ترجمہ: فرماتی ہیں کہ تمام مہینوں میں پسندیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان تھا آپ اسکو روزہ کے ذریعہ رمضان سے ملا دیتے تھے۔

اسی سلسلہ میں بخاری شریف کی ایک حدیث ملاحظہ ہو۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصوم شہرا اکثر من شعبان فانہ کان یصوم شعبان کلہ وکان یقول خذوا من العمل ما تطیقون فان اللہ لا یمل حتی تملوا (الحدیث)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزہ نہیں رکھتے تھے۔ گویا آپ شعبان کے پورے مہینہ میں روزے رکھتے اور فرماتے تھے کہ اتنا ہی عمل اختیار کرو جتنے کی تم طاقت رکھتے ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ثواب عطا کرنے سے نہیں اکتاتا جب تک کہ تم نہ اکتا جاؤ (یعنی عمل چھوڑ دو)۔

ان تمام مذکورہ بالا احادیث سے اس پورے مہینہ کی فضیلت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ اس مہینہ میں کس قدر روزے رکھتے تھے۔

لیلۃ البرأۃ: شعبان رمضان المبارک کا پیش خیمہ ہے کہ جس طرح رمضان المبارک میں ایک رات متبرک اور مقدس ہے اسی طرح شعبان کے مہینہ میں بھی ایک رات ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ مبارکۃ فرمایا ہے یعنی مبارک رات۔ جو پندرھویں رات ہے اس بابرکت رات میں آپ نے خود بھی عبادت کی اور اپنی امت کو بھی عبادت کرنے کی ترغیب دی۔

عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ینزل اللہ تعالیٰ الی سماء الدنیا لیلۃ النصف من شعبان فیغفر لکل شیء الا رجل مشرک او فی قلبہ شحناء رواہ البیہقی۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا شعبان کی پندرھویں رات — کو اللہ تعالیٰ سماء دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ پس ہر گنہگار کی مغفرت فرماتا ہے سوائے مشرک اور کینہ پرور کے۔ (یعنی جو اپنے دل میں کینہ رکھتا ہے) اسی مضمون کی روایت ابن ماجہ میں ابوموسیٰ سے ہے۔

وعن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلہا وصوموا نہارہا فان اللہ ینزل فیہا لغروب الشمس الی سماء الدنیا فیقول الا من مستغفر فاغفر لہ الا من مسترزق فارزقہ الا من مبتلی فاعافیہ الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر (رواہ ابن ماجہ والبیہقی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب پندرہویں شعبان کی رات ہو تو عبادت کرو اور صبح کو روزہ رکھو اللہ تعالیٰ اس رات کو غروب آفتاب کے بعد آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اپنے بندوں سے فرماتا ہے، ہے کوئی گنہگار بندہ استغفار طلب کرنے والا کہ میں اسکو بخشوں، ہے کوئی — رزق طلب کرنے والا بندہ کہ میں اس کو رزق دوں، ہے کوئی مصیبت زدہ بندہ مجھ سے عافیت اور صحت طلب کرنے والا کہ میں اسکو صحت وعافیت دوں۔ حتیٰ کہ طلوع فجر تک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو یہی خطاب فرماتے رہتے ہیں۔

اس قسم کی احادیث بہت کثرت سے حدیث کی کتابوں میں وارد ہیں جن سے اس رات کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

ایک حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی مروی ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات یعنی شب براءۃ کو اللہ تعالیٰ پہلے آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے پھر قبیلہ بنی کلب کی تمام بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کو بخشتا ہے۔

ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے اعمال بھی اس رات کو پیش

(باقی ص۹ پر)

فقہی مسائل

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ دین اسلام کی رو سے اہل کتاب (خصوصاً مسیحی کیتھولک) سے نکاح کرنا کیسا ہے کیا کتابیہ سے نکاح کر سکتا ہوں۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب

ھو المصوب۔ جو لوگ عیسائی کہلاتے ہیں ان میں دو طرح کے لوگ ہیں۔

(۱) ایک تو وہ ہیں جو صرف قومی اعتبار سے نصرانی ہیں لیکن فی الحقیقت وہ مذہب کے منکر ہیں محض رسمی اعتبار سے عیسائیت کے پابند ہیں ان سے نکاح کرنا درست نہیں ہے۔

(۲) دوسرے وہ ہیں جو عیسائی مذہب کے قائل ہیں البتہ انہوں نے عیسائیت میں تحریف کر لی ہے یا تحریف شدہ عیسائیت پر عقیدہ رکھتے ہیں گو ان کے عقائد شرکیہ ہی کیوں نہ ہوں ان سے نکاح کرنا درست ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اگرچہ ان سے نکاح کرنا درست ہے لیکن فقہاء کرام اسکو مکروہ لکھتے ہیں۔ حتی الامکان اس سے احتراز کرنا چاہئے کیونکہ تعلیم وتربیت وماحول کا اثر بچوں پر بہت زیادہ پڑتا ہے۔ بچوں کا غیر اسلامی ماحول واثر سے محفوظ کر لینا اس صورت میں بہت دشوار ہو جاتا ہے۔ فقط

محمد ظہور ندوی عفا اللہ عنہ

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کارخانوں کے ملازمین کو بموجب قانون ہند کئی شکلوں سے مزدوری ملتی ہے جن کے مختلف نام ہیں اور کارخانہ دار اس کا پابند ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ اصل مزدوری جو ماہانہ طے شدہ ہے۔

۲۔ عہدہ اور شرح مشاہرہ کے اعتبار سے ہر سال کا اضافہ۔

۳۔ باعتبار شرح مشاہرہ گرانی الاؤنس "بوقت اقتصادی بحران"

۴۔ کارخانہ دار اور ملازمین کے درمیان طے شدہ شرح کارخانہ کے منافع سے بطور انعام بحسب مشاہرہ ہر سال آخر میں ملتا ہے۔

۵۔ ملازمت سے سبکدوشی یا موت واقع ہو جانے کی صورت میں تنخواہ کا ایک حصہ بطور انعام حسن خدمات ملتا ہے۔

۶۔ اول ثانی وثالث رقم جو ہر ماہ ملتی ہے فی روپیہ چھ پیسے کاٹ کر اور اسی قدر کارخانہ دار سے لیکر ملازم کے نام پروڈینٹ فنڈ میں جمع ہو جاتی ہے اور یہ فنڈ ایک کمیٹی کے سپرد ہوتا ہے جس سے حکومت اس رقم کو بطور بانڈ خرید لیتی ہے اور اپنے مصرف میں لانے کے لئے فی صد بارہ سالوں میں ۸۵ ایکسو پچاسی روپے دیتی ہے اور اس رقم کو حسب مواقع مختلف ناموں سے تعبیر کرتی ہے۔ بعض جگہ سود اور بعض جگہ منافع لیکن یاد رہے کہ منافع میں خسارہ کا کوئی سوال نہیں۔

بہر حال یہ پوری رقم مع منافع سبکدوشی عہدہ برآ ہونے یا موت کے بعد ہی ملتا ہے۔ درمیان ملازمت اس رقم میں تصرف کا حقدار کو قطعی اختیار نہیں بجز دینا۔

اس تفصیل کے بعد مستفتی اپنا اصل مقصد پیش کرتا ہے کہ وہ اول، دوم، سوم۔ چہارم والی رقمیں بقیہ مابعد التصرفات کی زکوٰۃ بوقت حولان حول ادا کر دیتا ہے" فالحمد للہ علیٰ ذلک "کیا شکل ششم کی بھی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو مزید یہ کہ اصل منافع کے ساتھ یا محض اپنی رقم اور مضاعف شدہ ہی رقموں کی ادائیگی۔

اس سلسلہ میں خصوصاً سائل کو اس بات سے بھی مطلع کر دیا جائے کہ مذکورہ تمام قسموں کی رقمیں حلال اور طیب ہیں یا نہیں۔ واضح رہے کہ یہ تمام مراعات مزدور کو ان کا حق سمجھ کر دئے جاتے ہیں۔ ہمارا پروڈینٹ فنڈ کا بانڈ والا نفع تو جائز ہونے کی صورت میں اس کا تصرف کیا ہو۔ بینوا وتوجروا

الجواب

ھو المصوب۔ اوپر والی پانچوں قسم کی رقم طیب اور حلال ہے۔ ان پر زکوٰۃ حسب قاعدہ فرض ہوگی۔ فنڈ والی رقم خواہ تنخواہ والی ہو یا اس میں کارخانہ شامل کرتا ہو دونوں پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی البتہ ملازمت چھوٹنے کے بعد وصول ہونے پر آئندہ حسب قاعدہ زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اس فنڈ کی رقم پر جو سود یا منافع کے نام سے ملتی ہے زکوٰۃ نہیں ہے یہ کل واجب التصدق ہے بغیر ثواب کی نیت کے غریبوں کو دے دے۔ فقط

محمد ظہور ندوی عفا اللہ عنہ

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ ـــــ

۱۔ اگر مقتدی اپنا سر سجدہ سے امام کے سر اٹھانے سے پہلے اٹھائے تو کیا کرے۔ اسی طرح اٹھائے رہے یا دوبارہ سر پھر زمین پر رکھے۔ اگر دوبارہ سر کو زمین پر رکھ دیا تو اس سے تکرار سجدہ تو لازم نہیں آتا ہے۔

۲۔ اگر مقتدی قعدہ اولیٰ میں اپنا تشہد پورا نہ کر سکے کہ امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو کیا ایسی صورت میں مقتدی امام کے ساتھ تشہد چھوڑ کر کھڑا ہو یا تشہد کو پورا کرے پھر کھڑا ہو۔

الجواب

حامداً ومصلیاً۔ اگر مقتدی اپنا سر امام کے سجدہ سے سر اٹھانے سے پہلے اٹھالے تو دوبارہ سجدہ میں لوٹ جائے (یعنی سر کو دوبارہ زمین پر رکھے) اور اس سے تکرار سجدہ کا لازم نہیں آتا ہے بلکہ یہ امام کی متابعت میں ہے طحطاوی علی المراقی میں ہے فلو رفع المقتدی رأسہ من الرکوع او السجود قبل الامام ینبغی لہ ان یعود لتزول المخالفۃ بالموافقۃ ولا یصیر ذلک تکراراً او بالعود جزم الحلبی فی آخر الکتاب اھ ص۱۵۲

۲۔ اگر مقتدی قعدہ اولیٰ میں اپنا تشہد پورا نہ کر سکے اور امام تیسری کیلئے کھڑا ہو جائے تو مقتدی اپنا تشہد پورا کر کے کھڑا ہو لیکن اگر مقتدی بغیر پورا کئے ہوئے کھڑا ہو گیا تو یہ بھی درست ہے۔ اما لو قام الامام الی الثالثۃ قبل ان یتم المقتدی التشہد فانہ یتم ثم یقوم لأن التشہد واجب وان لم یتم وقام المتابعۃ جاز۔ الطحطاوی علی المراقی ص۱۵۲۔ فقط۔ خلیل احمد ندوی

صحیح

دار العلوم ندوۃ العلماء ـــــ ایک تاثر

مولانا شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی

گذشتہ مہینہ دار العلوم ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامیہ کا ایک اہم جلسہ ہوا جس میں مقامی ارکان کے علاوہ بیرونی ارکان اور اس کے متعدد اولڈ بوائے شریک ہوئے اور مدتوں کے بعد ندوہ میں ...... اس کے فرزندوں کا ایسا اجتماع ہوا، ملک کے عام اقتصادی حالات کا اثر ندوہ پر بھی ہے۔ اس کے مصارف روز بروز بڑھتے جاتے ہیں۔ گرانی کی وجہ سے تنخواہوں کے معیار، طلبہ کے وظائف اور تعمیر وغیرہ کے مصارف میں غیر معمولی اضافہ اور اس کا سالانہ بجٹ تین لاکھ[1] سے اوپر ہو گیا ہے جس کی فراہمی کا بار تمام مولانا سید ابو الحسن علی صاحب ندوی پر ہے۔ ان کی نظامت کے زمانہ میں ندوہ نے ہر پہلو سے جس قدر ترقی کی ہے۔ اس کی مثال اس کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس کی شہرت ہندوستان سے نکل کر اسلامی ملکوں تک پہونچ گئی ہے اور ان میں اس کا اتنا اعتبار قائم ہو گیا ہے کہ اس وقت ندوہ میں نہ صرف اسلامی بلکہ خاص عرب ملکوں کے بہت سے طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ تعلیمی اور علمی معیار کی ترقی پر عربی کا ماہنامہ رسالہ "البعث الاسلامی" اور پندرہ روزہ اخبار "الرائد" شاہد ہیں، جن کی علمی وادبی حیثیت کو عرب ادیب فضلاء تک مانتے ہیں، علمی ودینی تحقیق وتصنیف کے دو ادارے قائم ہیں مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، اور مجلس تحقیقات شرعیہ اول الذکر میں اسلامیات کے مختلف پہلوؤں پر عربی، اردو اور انگریزی میں علمی وتحقیقی کتابیں تصنیف اور شائع ہوتی ہیں، اور آخر الذکر میں مسائل حاضرہ پر شرعی نقطۂ نظر سے تحقیق ہوتی ہے۔ تعمیرات میں دو وسیع اور شاندار ہوسٹل، اساتذہ کے لئے سکونتی مکان (مطبخ و دار الطعام) تعمیر ہو گئے ہیں، اور بعض عمارتیں زیر تجویز ہیں۔ جن کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہے، غرض علمی تعلیمی مالی اور تعمیری ہر حیثیت سے ندوہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور یہ سارا کارنامہ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کا ہے۔

ـــــ

لیکن بڑی سے بڑی شخصیت بھی تنہا کسی بڑے ادارے کا بار نہیں سنبھال سکتی اور نہ اس کی جملہ ضروریات کی کفالت کر سکتی ہے ...... جب تک اس کی معاون ایک پوری جماعت نہ ہو، اس لئے مسلمانوں خصوصاً ان کے صاحب ثروت طبقہ کا یہ فرض ہے کہ وہ ندوہ کے کارکنوں کو مصارف کی فکر سے آزاد کر دے۔ تین لاکھ[2] ـــــ کی رقم کوئی بڑی نہیں ہے یہ رقم تو تنہا مسلمان تاجر فراہم کر سکتے ہیں اور ندوہ کے کارکنوں کا فرض ہے کہ وہ دار العلوم کے کاموں میں اپنے اشتراک وتعاون سے مولانا کا بار ہلکا کرنے کی کوشش کریں تاکہ وہ ذہنی [illegible] خاطر کے ساتھ ندوہ کی خدمت انجام دے سکیں یہی کیا کم ہے کہ وہ اپنی صحت کی خرابی اور معذوریوں کے [illegible] اس بار گراں کو اٹھائے ہوئے ہیں، اس وقت اس جہاز کو چلانے والا دوسرا نہیں ہے۔

ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً ـــــ

(شذرات معارف اعظم گڈھ [illegible])

ـــــ

[1] سالانہ بجٹ چار لاکھ سے اوپر ہو گیا ہے سطور بالا کی تحریر کے وقت غالباً مولانا کے ذہن سے نکل گیا

[2] چار لاکھ

دارالعلوم دیوبند کے بجٹ میں

طلبہ کا حصہ

دارالعلوم کے حالیہ حادثہ کے بعد شورش پسند طلبہ کی طرف سے واضح طور پر ایک بات یہ پھیلائی گئی ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں طلبہ پر بہت حقیر رقم خرچ کی جاتی ہے اور ان کو بجٹ میں یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ بعض اخبارات اور رسائل نے بھی خصوصیت سے بات اچھالی اور اس تخیل کو پھیلانے کی سعی کی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب یہ بات خصوصیت سے چلائی جا رہی ہے اس اعتراض کا واضح مطلب دارالعلوم کی طرف سے مسلمانوں میں بد اعتمادی پیدا کرنا اس کے وقار کو بری طرح مجروح کرنا اور اس کی ساکھ کو ختم کرنا ہے جن لوگوں کی نگاہ دارالعلوم کے میزانیہ (بجٹ) پر ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس عظیم ادارہ میں قوم کا ایک ایک پیسہ پوری احتیاط کے ساتھ خرچ کیا جاتا ہے جو ہر سال مجلس شوریٰ میں آتا ہے مجلس ہی بجٹ منظور کرتی ہے اور مدوار رقموں کا تعین اسی مجلس سے ہوتا ہے پھر تمام حسابات دارالعلوم ہر سال حکومت کے منظور شدہ آڈیٹروں سے چیک کرائے جاتے ہیں ان کی رپوٹ لی جاتی ہے اور ان کے حسابی مشوروں سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

دارالعلوم کی جانب سے اعلان عام ہے کہ ملت کا ہر فرد حسابات ملاحظہ کر سکتا ہے چنانچہ واردین وصادرین کو خصوصیت سے دفتر حساب ضرور دکھلایا جاتا ہے اور وہ مطمئن ہو کر واپس جاتے ہیں۔ بعض سرکاری افسروں کا بھی کہنا ہے کہ اتنے صاف حسابات گورنمنٹ کے محکموں کے بھی نہیں ہیں۔ ان تمام شعبہ جاتی مصارف کو سامنے رکھکر مطلق تعجب وغریب ہے کہ طلبہ پر نہایت حقیر رقم خرچ ہوتی ہے اور سارا مالیہ غیر طلبہ کے حصہ ہی میں لگ جاتا ہے لیکن کہنے والوں کا یہ کہنا کہ طلبہ پر حقیر رقم خرچ ہوتی ہے اور اس کی تشریح یوں کرنا کہ بارہ لاکھ کے بجٹ میں طلبہ کی خوراک میں چونکہ ڈھائی لاکھ کا صرف آتا ہے اس لئے ڈھائی لاکھ تو طلبہ کی مد میں گئے بقیہ رقمیں طلبہ کے مد میں خرچ نہیں ہوتی بلکہ غیر طلبہ کے لئے۔ حقیقت نہیں بلکہ حقیقت کو غلط انداز میں پیش کرنا ہے۔

دارالعلوم میں جو اخراجات ہوتے ہیں ان میں کچھ تو وہ ہیں جن کا تعلق ہی دارالعلوم میں مقیم طلبہ کو رہنے سہنے کی سہولتیں بہم پہنچانے سے ہے کچھ وہ ہیں جن کا تعلق طلبہ کی تعلیم اور ان کے علمی نظم سے ہے۔

دارالعلوم جن طلبہ کی امداد کرتا ہے ان کی تعداد ۹۹۰ ہے ہر طالب علم پر ماہانہ کھانے کے لئے خرچ ۲۴ روپیہ ہے جس کی سالانہ مقدار تقریباً ۲۹ ہزار ہے ۲۱۰ میں سے کچھ طلبہ کو انکی خواہش پر نقد دیا جاتا ہے جس کی سالانہ مقدار ۲۹ ہزار روپے ہوتے ہیں شعبان، رمضان المبارک اور شوال المکرم میں خرچ نسبتاً کم ہوتا ہے

دارالعلوم میں غیر مستطیع طالب علم کو سالانہ پچاس روپے، کپڑے، اور پاپوش کے وظیفہ کے طور پر دیئے جاتے ہیں جس کی سالانہ مقدار ۲۲۴۳۷ ہے نیز تقریباً ...۳ طلبہ کو ماہانہ (چار) روپے مزید وظیفہ ملتا ہے جس کی سالانہ مقدار اٹھارہ ہزار روپے ہوتی ہے۔

غیر مستطیع طلبہ کو موسم سرما کی رعایت کرتے ہوئے سرمائی لباس میں لحاف دیا جاتا ہے جس کا سالانہ اوسط تقریباً چار سو لحاف ہے جسکی مجموعی قیمت سات ہزار ہوتی ہے۔

انشاء اور مطالعہ علوم قرآنی کے طالب علموں کو ان سہولتوں کے ساتھ ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے انشاء کے طلبہ کو دس روپیہ اور مطالعہ علوم قرآنی کے طلبہ کو پچاس روپئے دیئے جاتے ہیں طلبہ نے اپنے اعلان میں ۲۰/ ماہانہ لکھا ہے جو غلط ہے۔

یہ سارے اخراجات اس لئے ہیں تاکہ طلبہ سکون کے ساتھ تعلیم حاصل کریں اور غیر مستطیع طلبہ کسی تعلیمی مصارف کی دشواری کی وجہ سے متاثر نہ ہوں اس کے علاوہ تقریباً ڈھائی تین ہزار روپے سالانہ طلبہ کے علاج اور معالجہ پر صرف ہوتا ہے اسی طرح سالانہ امتحان میں کامیاب طلبہ کو انعام میں کتابیں دی جاتی ہیں جن کی مجموعی تعداد تقریباً چار ہزار روپیہ سالانہ ہے اسی طرح طلبہ کی رہائشی ضروریات کے لئے دارالاقامہ اور شعبہ صفائی کا قیام ضروری ہے۔ اگر دارالاقامہ نہ ہو تو طلبہ کی رہائش میں دشواریاں پیش آئیں اسی طرح صفائی بھی ایک اہم ضرورت ہے

دوسرے اخراجات وہ ہیں جن کا تعلق براہ راست تعلیم یا نظم سے ہے ظاہر ہے کہ اساتذہ کرام بھی طلبہ ہی کو پڑھانے کے لئے رہتے ہیں ان پر مشاہرہ کی جو رقم صرف ہوتی ہے وہ طلبہ کے امور تعلیمی سے متعلق ہے تعلیمی نظم و ضبط قائم رکھنے کے لئے تعلیمات کا دفتر ہے جس میں چند افراد پر مشتمل عملہ دفتر نظام تعلیم کے امور انجام دیتا ہے اس عملہ کے ذمہ تمام طلبہ کی روزانہ حاضری کا ریکارڈ رکھنا، تمام اساتذہ کی حاضریوں کے رجسٹر تیار کرنا، سال کے تین امتحان (سہ ماہی، ششماہی، سالانہ) اور داخلہ امتحان کی تیاری اور اس سے متعلق کاموں کی انجام دہی، سند اور تصدیق ناموں کا کام انجام دینا، جلسہ تقسیم انعام کے امور، طلبہ کی رخصت و حاضری وغیرہ کا ریکارڈ محفوظ رکھنا ہے اس عملہ کو بھی طلبہ کے امور دیکھنا ہوتے ہیں جو طلبہ کے تعلیمی نظم کو برقرار رکھنے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں، ساتھ ہی یہ عملہ ناظم تعلیمات کی زیر نگرانی کارہائے مفوضہ انجام دیتا ہے اور ذمہ دار تعلیم کی معاونت کرتا ہے۔

شعبہ محاسبی کے ذریعہ دارالعلوم کے حسابات کی پوری تفصیل لکھی جاتی ہے ایک ایک پیسہ کی آمد و خرچ کا حساب رکھنا اس شعبہ کا کام ہے طلبہ اسی شعبہ سے ہر ماہ جا کر وظیفہ لیتے ہیں جو ماہانہ محاسبی سے تقسیم کیا جاتا ہے۔ نقد وظائف اور لحاف وغیرہ اسی دفتر سے طلبہ حاصل کرتے ہیں اور اسی کے واسطہ سے یہ امداد طلبہ کو ملتی ہے اگر یہ شعبہ نہ ہو تو تمام شعبہ جات اور طلبہ کے مالی معاملات معطل ہو کر رہ جائیں۔

دنیا کے ہر ادارے میں شعبہ حساب ناگزیر ہے اس شعبہ کا کام ان تمام حسابات کا محفوظ رکھنا اور بجٹ کے مطابق پورے نظم کے ساتھ رقم خرچ کرنا ہے کیا یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ اس شعبہ کا تعلق طلبہ سے کم ہے؟ یا طلبہ بغیر اس شعبہ کے ایک دن بھی اپنے تعلیمی وظائف جاری رکھ سکتے ہیں یا کوئی بھی تعلیمی یا غیر تعلیمی ادارہ بغیر اس شعبہ کے چل سکتا ہے

کتب خانہ کے وسیع نظم کو برقرار رکھنے کے لئے چند افراد پر مشتمل ایک عملہ اپنی کارگذاری میں مصروف رہتا ہے جس کے ذمہ اساتذہ اور طلبہ کو کتابیں تقسیم کرنا بسلسلہ مطالعہ روزانہ مطالعہ کی کتابیں نکال کر دینا اور واپس لے کر اپنی جگہ پر محفوظ رکھنا مختلف رجسٹروں کی ترتیب اور اس سے متعلق کاموں کی انجام دہی ہے جو طلبہ ہی کے مصارف کی مد ہے۔

شعبہ دارالصنائع طلبہ ہی کو دستی صنعتوں کی تعلیم دیتا ہے اسی طرح طلبہ کی معاشی ضرورتوں کے پیش نظر شعبہ مشق کتابت قائم ہے جس میں چار اساتذہ طلبہ کو مشق اور تصحیح خط کراتے ہیں۔

مطبخ میں ۲۲ باورچیوں، تین محرر اور ایک ناظم پر مشتمل عملہ اپنے کام میں لگا رہتا ہے جو طلبہ ہی کی خدمت کے لئے قائم کیا گیا ہے اور انہیں کی آسانیوں کے لئے مقرر شدہ ہے۔

اسی طرح شعبہ تعمیر اور شعبہ برقیات کے ذریعہ حجروں اور دارالعلوم کی مختلف عمارتوں کی تعمیر و اصلاح ہوتی ہے روشنی اور پانی وغیرہ کا نظم کیا جاتا ہے ان شعبوں کا تعلق بھی طلبہ سے براہ راست ہے اور اس کی کارکردگی سے انھیں روز کا واسطہ ہے یہ شعبہ بھی طلبہ کے فائدے اور انھیں آرام پہنچانے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔

بہر حال طلبہ کا تعلق کسی شعبہ سے براہ راست اور کلی ہے جیسے تعلیمات، کتب خانہ، جامعہ طبیہ، دارالتجوید، صف علوم جدیدہ، صف عربی، شعبہ امور خارجہ (جس میں غیر ملکی طلبہ کے پاسپورٹ اور ویزوں وغیرہ کی دیکھ بھال کی جاتی ہے) غلہ اسکیم جس کے ذریعہ طلبہ کے لئے سال بھر کا غلہ جمع کیا جاتا ہے جس سے مطبخ آباد ہے یہ شعبہ صرف طلبہ ہی کے لئے قائم کئے گئے ہیں اس لئے ان کے تمام مصارف براہ راست طلبہ ہی کے مصارف ہیں جنھیں طلبہ سے جدا نہیں کیا جا سکتا کچھ شعبہ مشترک ہیں جن سے طلبہ، اساتذہ اور پورا ادارہ مستفید ہوتا ہے۔ جیسے محاسبی، تنظیم اوقاف وغیرہ لیکن ان تمام شعبوں کا قیام اگر تعلیم کی مد کے سلسلہ میں ہے اور بلاشبہ ہے تو یہ شعبے بھی طلبہ ہی کی مد میں شامل ہوں گے اس لئے مصارف طلبہ کی مد میں صرف ان کا کھانا کپڑا شمار کر کے ان کا خرچ تو طلبہ کی مد میں دکھلانا اور بقیہ تمام شعبہ جات کو ان سے الگ کر کے یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ طلبہ پر بارہ لاکھ میں سے صرف دو تین لاکھ خرچ ہوتا ہے اور باقی ماندہ تمام مصارف غیر طلبہ پر خرچ ہو جاتے ہیں (گویا طلبہ انتہائی کس مپرسی اور مظلومیت کے عالم میں ہیں) یا لاعلمی پر مبنی ہے یا بدنیتی پر لیکن اگر عرض کردہ تفصیل کی روشنی میں طلبہ کے مصارف دکھلائے جائیں اور ان شعبہ جات کے مصارف کا تعلق درجہ بدرجہ طلبہ سے دیکھا جائے تو قصہ برعکس ثابت ہوگا۔ کہ بارہ لاکھ کا دو تہائی حصہ سے زائد طلبہ پر خرچ ہوتا ہے اور باقی ماندہ دوسرے امور میں۔

طلبہ اور غیر طلبہ کی یہ طبقاتی تقسیم بیرونی ناخدا ہیں جن سے عصبیت کے جذبات بیدار کر کے کام نکالا جاتا ہے اس ادارہ میں ان امور کا کوئی تصور نہیں، نہ ایسے تصورات کو ادارہ کا مزاج برداشت کرتا ہے۔

ساتھ ہی اس پر بھی نظر رہے کہ دارالعلوم دیوبند صرف ایک تعلیم گاہ ہی نہیں بلکہ ایک مسلک ایک مکتب فکر اور عوام کی امیدوں کا ایک دینی و علمی مرکز ہے۔ اس سے لوگوں کو ذہنی، فکری اور عقیدہ کی وابستگی ہے اس لئے دارالعلوم کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ وہ ہند و بیرون ہند کے عام مسلمانوں سے رابطہ رکھے اور انھیں تحریر و تقریر کے ذریعہ دینی امور میں رہنمائی و مشورہ دیتا رہے اس مقصد کے لئے اردو زبان میں رسالہ "دارالعلوم" اور عربی زبان میں "دعوت الحق" نکلتا ہے جس سے تمام لوگ طلبہ ہوں یا غیر طلبہ احاطہ دارالعلوم کے ہوں یا باہر کے ہندوستانی ہوں یا بیرونی مستفید ہوتے ہیں۔

نشر و اشاعت کا شعبہ الگ ہے جس سے فتاویٰ دارالعلوم اور سوانح قاسمی جیسی معرکۃ الآرا کتابیں شائع کی گئیں اور کی جا رہی ہیں۔ نیز تحریری طور پر عوام اور طلبہ کے لئے اپنے مسلک کے مطابق اور بھی عمدہ کتابیں شائع کی گئی ہیں اور ایک کارآمد دینی لٹریچر مہیا کر دیا گیا ہے جسکی اشاعت جاری ہے

شعبہ تبلیغ کے ذریعہ تبلیغ اور اشاعت دین کا کام انجام پاتا ہے مبلغین عام مسلمانوں میں پہنچتے ہیں اور انھیں دین کی باتیں بتاتے ہیں۔

شعبہ تنظیم کے تحت دارالعلوم کے سفراء جاتے ہیں اور دارالعلوم کے لئے مالیہ کی فراہمی کا کام انجام دیتے ہیں، مالیہ کی فراہمی نہ ہو تو کوئی کام آگے بڑھنا ناممکن ہو جائے۔ نہ مطبخ میں ایندھن آ سکتا ہے نہ تعلیمات کے امور انجام پا سکتے ہیں یہ شعبہ بھی طلبہ اور غیر طلبہ میں اپنی افادیت کے لحاظ سے مشترک ہے۔

دارالافتاء کا شعبہ بھی عوام اور طلبہ دونوں کے لئے ہے اس شعبہ میں سالانہ جن دس طلبہ کا داخلہ ہوتا ہے ان کی افتائی تربیت ہوتی ہے تاکہ وہ کامیاب مفتی بن کر نکل سکیں دوسری طرف عوام سے پوچھے ہوئے سوالات کے جوابات جن کا سالانہ اوسط ۶ ہزار سے بھی زیادہ ہے اسی شعبہ سے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا چار شعبوں کا تعلق اگرچہ عوام سے کافی قریب ہے مگر دارالعلوم ان شعبوں کو صرف اس لئے مختصر یا ختم نہیں کر سکتا کہ ان کا تعلق طلبہ سے بھی کچھ کم نہیں ہے

دارالعلوم دیوبند ایک مسلک کا امین ہے دارالعلوم کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کو دینی امور میں مشورہ اور ہدایت دے بلکہ غور کیا جائے تو خود طلبہ بھی اسی مقصد کے لئے تیار کئے جاتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کی اصلاح حال کا کام کریں گے اور اشاعت دین کا کام انجام دیں گے ہمیشہ اکابر کا نقطہ نظر یہی رہا ہے اور آج حال یہی ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان اہم شعبوں پر جو مصارف ہو رہے ہیں انھیں دارالعلوم کے مالیہ میں صرف بے جا کہا جائے اور یہ الزام لگایا جائے کہ دارالعلوم کے مالیہ کو غلط مصرفوں میں خرچ کیا جاتا ہے۔ دارالعلوم کے پھیلے ہوئے نظام پر قابو پانے اور پوری مشنری کو متحرک رکھنے کے لئے شعبہ اہتمام ہے تمام شعبے اسی شعبہ کے تحت کام کرتے ہیں اس لئے تمام شعبوں کا تعلق اسی شعبہ سے گہرا ہے یہ شعبہ بہت اہم اور بنیادی نظام کو جاری رکھنے کے لئے اولین ضروری ہے۔ اس کا تعلق براہ راست طلبہ سے بھی ہے اساتذہ سے بھی ہے اور عوام سے بھی ہے۔

اسی طرح دارالعلوم کے تمام شعبے اپنے اپنے دائرہ میں کام کر رہے ہیں اکثر شعبے خالص طلبہ ہی کے لئے ہیں جن سے طلبہ عزیز مستفید ہوتے ہیں اس لئے یہ کہنا نہایت گمراہ کن ہے کہ طلبہ پر نہایت حقیر رقم خرچ کی جاتی ہے مندرجہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوا ہوگا کہ دارالعلوم کی آمدنی کا بہت بڑا حصہ براہ راست صرف طلبہ پر خرچ کیا جاتا ہے تین چار شعبے ایسے ہیں جن کا تعلق یا تو عوام سے ہے یا طلبہ اور عوام دونوں سے مگر اول تو ان شعبوں کے اخراجات دوسرے شعبوں کے مقابلہ میں بہت کم اور جزوی ہیں دوسرے جو خرچ ان پر ہوتا ہے وہ تبلیغ و اشاعت دین کے لئے ہوتا ہے جس میں طلبہ اور عوام دونوں شریک ہیں بالفاظ دیگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں ایک تعلیم خاص ہے جو طلبہ تک محدود ہے اور ایک تعلیم عام ہے جو ملک اور بیرون ملک تمام عوام کے لئے وسیع ہے اس لئے میری گذارش ہے کہ لوگوں کے سطحی پروپیگنڈے اور بے بنیاد اعتراضات پر کان نہ دھریں دارالعلوم کی ذمہ دار خبروں پر اعتماد کریں اگر ان میں کوئی غلطی محسوس کریں تو خود دارالعلوم میں آنے اور مشورہ دینے کی تکلیف گوارہ فرمائیں تو تمام خدام دارالعلوم ان کے ممنون ہوں گے یہ طریقہ کسی طرح مناسب نہیں کہ جب کوئی جھگڑا یا نزاع پیدا ہو تو طوفان کھڑا کر دیا جائے اور وہ بھی اخبارات میں کسی نزاع کا اٹھانا اجتماعی اداروں میں بعید اور دور از قیاس نہیں ہوتا

(باقی [illegible] پر)

بقیہ: کتاب و سنت کے علوم اور زمانہ حال کے امراء

علوم عربی اور دیگر علوم وفنون دد ان سکھا سکے۔ تو کم از کم اس کے لئے ضروری ہے کہ مسائل شرعیہ اور بنیادی تعلیم میں بچوں کو لگائے، یہ بالکل غلط طریقہ ہوگا کہ زبان کھلتے ہی حساب و کتاب پرائمری سکشن اور مڈل سٹڈل میں لگا دیا جائے۔ اس سے آگے پڑھانا ہو تو ماحول اور فرنگی تہذیب اور فرنگی کالجوں کے سکولر نصاب تعلیم کے سپرد کر دیا کہ جس طرح چاہو ان کے ذہنوں کو بدل دو۔ ان کو جو چاہو سبق دو، ہماری تو آپ کیا سنیں گے ہم اپنے اور آپ کے بزرگ عزیز مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی سنائیں آپ نے اپنی کتاب "منصب امامت" میں سلطنت خدا کے ضمن میں لکھا ہے کہ سلطنت خدا کا

موضوع فکر یہ ہوتا ہے کہ خزانہ کس طرح بھرا جائے کس کا مال کس طرح اڑا یا جائے اور رعیت کو کن بندشوں میں جکڑا جائے۔ تجارت پر زائد ٹیکس کس طرح مقرر ہو۔ دریائی صحرائی گزرگاہوں اور شہروں کے پھاٹکوں پر مردم آزار و ملازمین کو رکھا جائے وہ مسافروں کے مال کی تلاشی لیں اور لیتے لیتے ایک حصہ مار بیٹھیں۔ پھر ارا کین سلطنت اور وزرائے حکومت میں انہیں احکام و قوانین انسانی تعلیم کا رواج ہوتا ہے اور اس کے بعد ہر باپ جو اپنی اولاد پر شفقت کا حق ادا کرنا چاہتا ہے اپنے بچوں کے لئے اسی مقبول تعلیم کا بندوبست کرتا ہے اور ان انسانی قوانین کے ماہر اساتذہ کے

سپرد اپنے بچوں کو کر دیتا ہے مختصر یہ کہ جس چیز کی عزت اور جس کمائی کی قدر سلطنت کی طرف سے ہوا اس کو بچوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں، چاہے وہ کمال غلامی ہو یا کمال کفر

آخری اپیل۔

ہمدردان اسلام اور علمائے کرام سے یہ پر امید اپیل کر رہا ہوں کہ بازار کا رخ اور بازار کا بھاؤ دیکھے بغیر ہم اپنے بچوں کو سرکار مدینہ کے دربار کے لائق اور ان کے قبول میں آنے کے قابل علمی تحفہ اور دینی ہدیہ بنا کر پیش کریں۔

شیخ سعدیؒ نے اپنے عارفانہ شعر میں کیا خوب لکھا ہے ؎

جز دیاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است
جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت است
سعدی بشوئے لوح دل از نقش غیر حق
علمے کہ رہ بحق ننماید جہالت است

وآخر دعوانا الحمد للہ رب العالمین
وباللہ التوفیق۔

بقیہ مضمون بجٹ میں طلبہ کا حصہ

لیکن نزاع و فساد کوئی سیزن نہیں ہے کہ اس میں تو اہل الرائے بیدار ہوں اور موسم کا حق ادا کریں، اور باقی ماندہ ایام میں خموشی اختیار کرلیں، تعمیری اصلاح کی صورت صرف یہ ہے کہ نارمل حالات میں اہل الرائے خود تشریف لائیں یا اپنے مشورے تحریر کے ذریعہ بھیجیں۔ دار العلوم ممنون ہوگا اور ان مشوروں پر ممنونیت کے ساتھ غور کرے گا۔

والسّلام
عبد الواحد
ناظم محاسبی، دار العلوم دیوبند

اُردو پڑھیئے
اُردو لکھیئے
اُردو بولیئے

فلسطینی عرب سے

زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ
میں جانتا ہوں وہ آتش ترے وجود میں ہے
تری دوا نہ جنیوا میں ہے نہ لندن میں
فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے
سنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات
خودی کی پرورش و لذت نمود میں ہے

اقبال

تصانیف امام اہلسنت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب فاروقیؒ

۱۔ تفسیر آیات مدح مہاجرین	۲۵پیسے	۶۔ کتاب الصلوٰۃ	۶۵پیسے
۲۔ تفسیر آیت استخلاف	۲۵پیسے	۷۔ نفحۂ عنبر بذکر میلاد خیر البریہ	۱۲
۳۔ تفسیر آیت تطہیر	۲۵پیسے	۸۔ سیرت خلفاء راشدین	۳
۴۔ قاتلان حسین کی خانہ تلاشی	۱،۷۵	۹۔ علم الفقہ (مکمل چھ حصے)	۱۰
۵۔ ابو الائمہ کی تعلیم	۱،۷۵	(ملنے کا پتہ)	

مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ (یوپی)

سول ایجنسیاں

(۱)
اودھ جنرل اسٹورس
امین آباد لکھنؤ

(۲)
ایم، ایس، ظہیر اینڈ سنس
چمن گنج کانپور

کوائف دار العلوم

ادھر ہفتہ دو ہفتہ سے دار العلوم میں طلبہ عزیز کی علمی ثقافتی سرگرمیوں کا سلسلہ جاری تھا۔ تقریر و تحریر کے انفرادی جلسے اور مقابلے ہوتے رہے، جن میں حضرات اساتذہ کرام نے بھی مختلف نوعیتوں سے حصہ لیا، اور طلبہ کی رہنمائی کی۔ ان کو مفید مشورے دیے، اب دار العلوم کی فضا سالانہ امتحان کی تیاریوں سے لبریز ہے، مدرسہ و مسجد کے علاوہ کمروں میں بستروں پر کتابی مذاکرہ کا سلسلہ جاری ہے، دن تو دن رہا شب کا بھی کوئی حصہ ذہین اور محنتی طلبہ کی تعلیمی سرگرمیوں سے خالی نہیں، دار العلوم میں سالانہ امتحان ۲ شعبان المعظم سے شروع ہو کر ۱۹ شعبان المعظم ۱۳۸۹ھ کو ختم ہوگا۔ اور تعطیلات کا آغاز ۲۲ شعبان المعظم سے ہوگا۔

● ہندوستان میں الفتح کے مجاہدین کا جو وفد آیا تھا اس نے لکھنؤ میں بھی اپنا پروگرام رکھا تھا۔ اس وفد کے دو رکن استاذ ابو عمر اور استاذ منیر ا[illegible] سالن — دار العلوم بھی تشریف لائے، کتب خانہ دیکھا، اساتذہ کرام سے ملاقاتیں کیں، ان سے تبادلۂ خیال کیا، گفتگو کرنے والوں میں شعبہ عربی کے اساتذہ مولانا محمد رابع صاحب ندوی اور مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی، مدیر البعث الاسلامی سید محمد الحسنی صاحب پیش پیش تھے، ان حضرات نے سب کی جانب سے نمائندگی کرتے ہوئے الفتح کی سرگرمیوں سے ہندوستانی مسلمانوں کی دلچسپی کا تذکرہ کیا، اور ان کو عرب ممالک کی بڑی طاقتوں پر بے محابا اعتماد نیز معنوی و دینی طاقت سے بے پرواہی کی غلطی کی طرف متوجہ کیا، اور اس کی ضرورت ظاہر کی کہ عرب اپنے اختلافات بھول کر اپنی استطاعت وقوت کے مطابق اپنے مسائل حل کرنے کی سعی کریں اور بنیادی مسائل میں دوسرے نظاموں اور حکومتوں کے دست نگر نہ بنیں جب کہ ان کے پاس سب سے بہتر نظام [illegible] اس پر عامل ہوتے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنے مقاصد میں کامیابی نہ حاصل کر سکیں، اراکین وفد کی آمد کے سلسلہ میں طلبہ کی عربی مجلس النادی العربی [illegible] جلسہ زیر صدارت حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی مہتمم دار العلوم منعقد کیا جس میں مولانا محمد رابع صاحب ندوی اور عبد الوہاب حلبی صاحب نے وفد کا خیر مقدم کیا، اس کے بعد رئیس وفد استاذ ابو عمر نے تقریر کی، جس میں الفتح کی تاریخ اور کارناموں پر روشنی ڈالی۔ آخر میں مولانا سعید الرحمٰن صاحب ندوی نے شکریہ ادا کرتے ہوئے "الفتح" کی کوششوں اور سرگرمیوں کو سراہا اور یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ اسلام ہی سارے مسائل کا حل ہے، اس کے بغیر ہماری ساری کوششیں بے سود ہیں اسلام کے سائے تلے ہی اپنی یہ لڑائی لڑنی ہوگی۔ اگر ایسا ہو تو کامیابی یقینی ہے۔ مسجد اقصیٰ کے سانحہ کے سلسلہ میں "النادی العربی" نے ایک تجویز بھی منظور کی، جس میں اسرائیل کی ان ناپاک کوششوں کی مذمت کی گئی اور عربوں سے منظم و متحد ہونے کی ترغیب و درخواست کی گئی۔

گجرات کے سنگین اور ہولناک فسادات کے سلسلہ میں متعلقین دار العلوم کو سخت تشویش ہے، تفصیلی خبریں ابھی پہونچی نہیں ہیں، لیکن اندازہ یہ ہے کہ ان فسادات میں اقلیت کو زبردست جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ بعض احباب کے خیریت نامے بھی آئے ہیں، مزید دوستوں کی خیریت دریافت کی گئی ہے۔

حضرات اساتذہ اور طلبہ نے مظلومین کی اعانت و امداد کی تحریک چلائی ہے، خصوصیت کے ساتھ جناب ناظم صاحب ندوۃ العلماء کی ایک اپیل اخبارات کو ارسال کر دی گئی ہے۔ حسب استطاعت رقمیں بھی بھیجی جائیں گی۔

محمد عبد السمیع ندوی